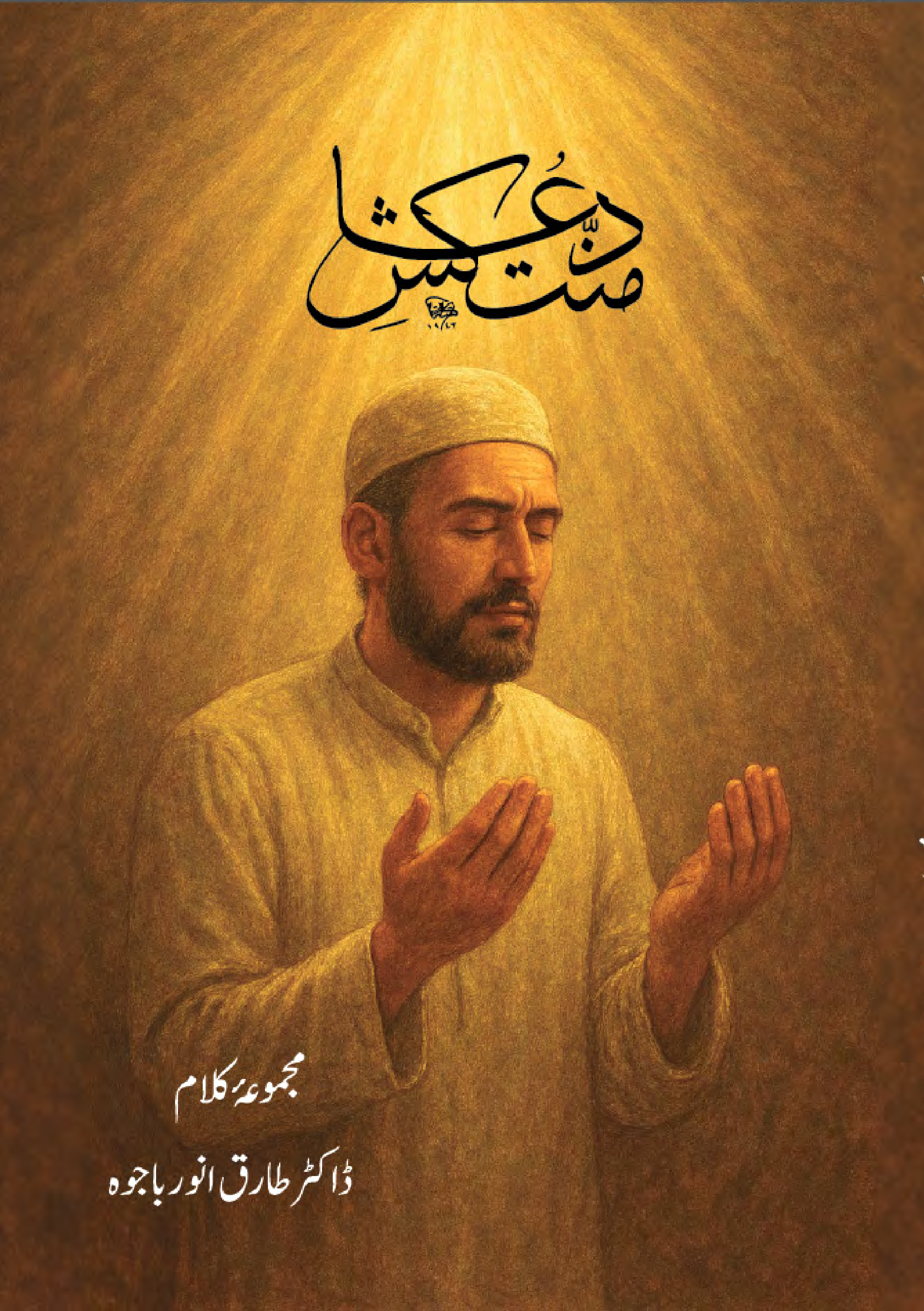


مجموعۂ کلام

ڈاکٹر طارق انور باجوہ

مِنّت کشِ دُعا

مجموعۂ کلام

ڈاکٹر طارق انور باجوہ

کتاب : منّت کشِ دُعا

﴿کلام جولائی سنہ ۲۰۲۴ تا دسمبر سنہ ۲۰۲۴﴾

شاعر : ڈاکٹر طارق انور باجوہ

ناشر : ڈاکٹر ریحانہ رحمٰن بٹ

سنِ اشاعت : ۲۰۲۵

ملنے کا پتہ :

55 Combemartin Road, London

SW18 5PP

bajwauk@hotmail.com

سرورق : عامر ملک / خطّاطی: شازین بیگ

کمپوزیشن : نابغہ طاہر باجوہ

جملہ حقوق بحقِ مصنّف محفوظ ہیں



ڈاکٹر طارق انور باجوہ

این چشمۂ رواں کہ بفضلِ خدا دہم
یک قطرۂ ز بحرِ کمالِ محمدؐ است

انتساب

تمام مظلوموں کے نام

قطعہ

میرے شعروں میں بحرِ تلاطم رواں
نغمگی شُستگی میں ہے سب داستاں

چشمِ تر کر رہی ہے جو آہ و فغاں
مُسکراہٹ بکھیرے ہے لُطفِ بیاں

ہے وہی نقش دل پر جو تصویر ہے
دل پہ کرتی اثر میری تحریر ہے

....

ترتیب

1. پیش لفظ 11
2. شاعر پر ایک ذاتی نظر 15
3. اظہارِ تشکّر 19
4. حمدیہ غزل 23
5. "عالمُ الغیب" 26
6. بھیج دیا نبیوں کا خاتم 29
7. خانۂ خدا کو روانگی 32
8. خانہ کعبہ میں مناجات 34
9. مناجات 36
10. "میری بخشش کی نوید ان کو سناتے جاؤ" 39

11. روضۂ رسول ﷺ پر حاضری 42
12. نعتِ رسولِ مقبول ﷺ 44
13. جس طرف دیکھیں اسی کا نور ہے پھیلا ہوا 46
14. محمد ﷺ محسنِ انسانیت، رحمت دوعالَم کے 48
15. "ہے محمدّ مصطفےٰ ﷺ کا نام خوب اور کام خوب!" 50
16. خلافت کی محبّت 52
17. پھر ترا اُس گلی میں جانا ہو 55
18. درخورِ اعتنا نہیں سمجھا 58
19. چلیں آندھیاں، کسی پیڑ کو بڑی چاہتوں سے بچالیا 61
20. طاغوت، حکمران کی طاقت ہے آجکل 63
21. جانے کتنے ہوں راز عیاں، سوچوں کو صدا جو مل جائے 65
22. کب یہ غم بولتا ہے کون ہوں میں 67
23. گو بہت ہم اِدھر اُدھر بھاگے 69
24. جاتے جاتے جو کوئی مڑ کے اشارا ڈھونڈے 70
25. الفت کے تقاضے جو نبھانے نہیں آئے 72
26. مہمان کے قدموں کو کوئی روک رہا ہے 74
27. رواج ایسے بھی اپنائے گئے ہیں 76

28. اک عجز ہی بلند مری شان کر گیا 78
29. کچھ سنا جائے، کچھ کہا جائے 80
30. مستور ہر جمال سے آگے ہے اک جہاں 82
31. یہ رمزِ ہستی سمجھ میں نہ جب تلک آئے 84
32. دوست دشمن یہاں سب ایک برابر نکلے 86
33. آنکھوں آنکھوں میں بیاں ساری کہانی ہو گئی 88
34. ہو گفتگو میں دوست اگر تیز، ہی بھلا 90
35. کہاں تھا حوصلہ، ملنے کی آرزو کرتے 92
36. چمن اداس ہیں اب تتلیاں کہاں جائیں 94
37. جانے کس کس کو دعا دی ہم نے 96
38. نئی تحریر لکھنے کو کوئی عنوان باقی ہیں 98
39. جو دلِ ناسپاس رکھتے ہیں 100
40. کیا تھا بتا قصور، نظر گر بھٹک گئی 102
41. رستے میں تیرے حائل، دریا پُر آب دیکھے 104
42. لگا ستائش ہر دو جہاں میں رہتا ہے 106
43. نہ جانے راہ میں کیونکر اڑان چھوڑ گیا 108
44. میرے الفاظ سمجھ، ان کو معانی دے دے 110

45. اثر نہ مجھ پہ ہوا جب کوئی زمانے کا 112
46. کیا لطف سیدھی سادھی محبت میں آئے گا؟ 114
47. کسی کو دوش دینا ناروا ہے..115
48. جنگ کے شعلے ہوں مدّھم، امن کی کچھ بات ہو.......................................117
49. اے خدا کیسے یہ دن آئے ترے اسلام پر 119
50. اس کو مل جائے شفا، چاہا دوا دیتے ہوئے..121
51. زیست جو مُستعار دیتا ہے 124
52. آسماں پر پڑے، کمند نہیں...126
53. یہ جہاں تم کو، ہمیں اگلا جہاں اچھا لگا 128
54. سوچا نہ تھا کسی پہ محبت میں آئے گا؟..130
55. کب زمانہ قرون دیتا ہے...132
56. اُس سے کیا ہم کو واسطہ کوئی 134
57. سب سے دھوکہ کر کے بھی سچے وہی جانے گئے 140
58. رُخ پہ گر تازگی نہیں آئی..142
59. گر چاہتے ہو زندگی کا پاؤ مُدّعا 145
60. جہاں دریا سمندر کو سرِ ساحل نہیں ملتا...147
61. مژگاں سے موتیوں کو ہٹا لیجئے جناب 150

62. دکھائی دے گا جو سب کو نشاں نیا ہو گا...152
63. آدھے رستے چھوڑ کے جانا کہتے ہو غدّاری ہے 156
64. خزاں کی رت میں، گلاب لہجے میں کیا سناؤں؟ سوال یہ ہے.............................158
65. کون تیرے بنا اداس نہیں 160
66. وعید اترے تو پوری، لازمی ہر گز نہیں ہوتی 162
67. کوئی بہکائے تو رستے سے اتر بھی جائے...164
68. کس نے سن! آ کے ترے در پہ دُہائی دی ہے 166
69. کیا اس سے کہوں، مجھ سے بہانہ نہیں ہوتا..168
70. تلاش میں ہوں، سو اپنا وجود ڈھونڈتا ہوں 170
71. جب کبھی خواب میں اک خواب نگر آتا ہے 173
72. میری ہر اک یاد اسی کی ذات سے جب وابستہ ہے 175
73. صبح کو جب سلام کہتا ہوں 177
74. نگاہِ شوق سے اثبات ہو نہیں پائی...179
75. ڈانکے شُن۔۔۔ جرمنی جلسہ سالانہ 18181
76. ابھی اُمّید باقی ہے 183
77. ہمیشہ گفتگو میں جوش کی لپک آئے 1866
78. توکّل، خدا پر محمّد ﷺ کو تھا..188

79. ”نہ جنگوں کی، ہاتھوں سے بنیاد ڈالو“ 19595
80. مصنوعی ذہانت 198
81. نہ کم تھیں صحابہؓ سے ایمان میں 200
82. اجتماع۔۔۔انصاراللہ۔یوکے 201
83. خدّام سے کیا ہے جو آقا نے یہ خطاب 207
84. کَٹھے ہو کے، چنگے، ماڑے، کیہ کر دے 210

پیش لفظ

ڈاکٹر طارق انور باجوہ کا اشہبِ سخن گوئی اس برق رفتاری کے ساتھ رواں دواں ہے کہ ایک محدود مدّت میں اس نے سولہ منزلیں عبور بھی کر لیں۔ اور اب ان کا سترھواں مجموعۂ کلام منصّۂ شہود پر آیا چاہتا ہے۔ اس کی یہ برق رفتاری اس بات کی غمّاز بھی نہیں ہے کہ ان کے کلام میں کہیں کم معیاری پائی جاتی ہو، بلکہ ان کے گزشتہ مجموعہ ہائے کلام کی طرح اس کتاب میں بھی ان کی سخن اور کلام پر پوری گرفت اتنی ہی مضبوط ہے، جیسی پہلے تھی۔

ڈاکٹر طارق باجوہ صاحب کی قدرتِ کلام سے ان کی یہ کتاب "منّت کشِ دُعا" بھی مزیّن ہے۔ حمد، نعت، مناجات، قطعات، غزلیات، غرض یہ کہ انہوں نے جس صنف میں بھی کہنا چاہا، اس میں اپنا اظہار پختگی، خوش سلیقگی سے کیا ہے۔

مختصر طور پر ان کے کچھ اشعار ان کی فنی مہارت کے ثبوت کے طور پر پیش ہیں۔

اس کے دربار میں جس کو ہو رسائی حاصل
وصل کا پھر یہی پُر کیف سماں ہوتا ہے
(حمد)

کشمکش تیرے بِنا موت و حیات
مُشکلوں میں آسرا ہے تُو مِرا
(مناجات)

ہو ذکر آپ کا تو رحمتوں کی بارش ہو
درود پڑھ کے دل کو چین صبح و شام آئے
(نعت)

تمہارا ذکر کبھی اس لئے نہیں کرتا
کہیں نہ آنسو کوئی آنکھ سے ڈھلک آئے
(غزل)

جناب ڈاکٹر طارق انور باجوہ کو روضۂ رسول اور خانہ کعبہ کی زیارت کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔ اس کا تذکرہ بھی ان کے کلام میں بہ تفصیل موجود ہے۔

کیسا یہ محبّت سے جنوں مجھ کو ملا ہے
روضے پہ ترے آ کے سُکوں مجھ کو ملا ہے

جب پیش کیا لب سے سلام آنکھوں سے بوسہ
پھر حکم ، نہ ٹھہروں میں ، چلُوں ، مجھ کو ملا ہے

پھر ڈاکٹر صاحب نے اپنے محبوب کی عقیدت اور خلافت سے اپنی ارادت، محبّت اور عقیدت کا ذکر بڑے دلنشیں انداز میں اپنے کلام میں بڑی کثرت کے ساتھ کیا ہے۔

دلوں میں جس نے محبّت بے انتہا ڈالی
اسی خُدا نے خلافت کی ہے بِنا ڈالی

پھر ترا اُس گلی میں جانا ہو
جس میں محبوب کا ٹھکانہ ہو
جاتے جاتے رُکے وہ کچھ لمحے
تجھ کو گویا گلے لگانا ہو

ڈاکٹر طارق انور باجوہ کے یہاں عصری شعور بھی ملتا ہے۔ وہ اپنے ارد گرد کے معاشرتی حالات کی بھی عکّاسی کرتے ہیں

جیسے غزّہ اور دیگر ملکوں کی جنگ کو دیکھ کر یوں اظہار کرتے ہیں۔

جنگ کے شعلے ہوں مدھم امن کی کچھ بات ہو
مل کے سب بیٹھیں اگر یہ ختم لمبی رات ہو
ایک حل یہ بھی تو ہے جُھک جائیں اُس کے سامنے
سب کا ہی مسجُود واحد ، بس خدا کی ذات ہو

ڈاکٹر طارق انور باجوہ صاحب نے جماعتی تقریبات نیز جلسہ سالانہ برطانیہ، جرمنی اور روحانی واخلاقی موضوعات کو بھی اپنی شاعری میں جگہ دی ہے۔ اردو کے علاوہ اس کتاب میں ان کا پنجابی کلام بھی موجود ہے۔ مگر ان کے سارے کلام میں جو عنصر سب سے زیادہ ملتا ہے وہ اپنے محبوب حضرت خلیفۃ المسیح ایدّہ اللہ تعالٰی سے محبّت کا شدید اظہار ہے

انہوں نے اپنی شاعری کے بارے میں کہا وہ سو فیصد مبنی بر حقیقت ہے

میرے شعروں میں بحرِ تلاطم رواں
نغمگی ، شُستگی میں ہے سب داستاں
چشمِ تر کر رہی ہے جو آہ و فُغاں
مُسکراہٹ بکھیرے ہے لُطفِ بیاں
ہے وُہی نقش دل پر جو تصویر ہے
دل پہ کرتی اثر میری تحریر ہے

پروفیسر مبارک احمد عابدؔ

۲۵ جنوری ۲۰۲۵

شاعر پر ایک ذاتی نظر

جو میں کہنا چاہتا ہوں وہ ٹکڑوں میں ذہن میں آتا ہے اکٹھا ہو تو مربوط طریقے سے وہ لکھا جائے۔

میں جب پڑھتا ہوں مختلف شعراءِ کرام کے اشعار میں جنون کا لفظ، وحشت کا، صحرا کا اور مجھے یقین ہوتا ہے کہ نہ کبھی ان کو جنون ہوا ہے نہ وحشت ہوئی ہے وہ اس کیفیّت سے گزرے ہی نہیں اور نہ ہی انہوں نے صحرا دیکھا ہے، چھاننا تو دور کی بات ہے اور نتیجہ کیا ہوتا ہے کہ وہ اشعار کبھی دل میں نئیں اترتے، نہ ہی ان کا کوئی اثر ہوتا ہے

آدمی جس کیفیّت میں ہو وہ کیفیت جو بھی ہو اس کا جب اظہار ہو گا، سچی کیفیت ہو تو سچا اظہار ہو گا اور جو جو بولے گا جو لکھے گا اس سے وہ کیفیت ظاہر و باہر ہو گی۔ لیکن اس کو بھی وہی سمجھے گا جس کو ان کیفیتوں کا ادراک ہو گا اور ادراک تو ہوتا ہے جب خود اس سے گزرا ہو کسی نہ کسی حد تک آدمی خوش ہو صحیح معنوں میں تو وہ لاکھ چھپائے اپنی خوشی کو، نہیں چھپ سکتی وہ اس کے انگ انگ سے وہ پھوٹتی ہے، لفظ لفظ سے وہ پھوٹتی ہے۔ اس کا چہرہ بتارہا ہوتا ہے، اس کی آنکھیں بتارہی ہوتی ہیں۔ اس کے بس میں نہیں ہوتا کہ اس کو چھپا سکے قدرتی بات ہے۔ ایسے ہی اگر کوئی غمزدہ ہے صدمے میں ہے تو لاکھ وہ مسکرائے قہقہے لگائے وہ بات نہیں بنتی پتہ چل جاتا ہے وہ نہیں چھپا پاتا۔ اس کی وجہ کیا ہے۔ کہ دونوں کیفیات دونوں حالتیں سچی ہیں۔ اس لیے۔ سچ کا اثر تو ہوتا ہے نا! وہ سچ تو دل میں اترتا ہے۔

میں نے محترم طارق انور باجوہ صاحب جو کہ پیشے کے لحاظ سے میڈیکل ڈاکٹر ہیں اور نو عمری میں انہوں نے کوئی نظم یا غزل کچھ کہا تو پھر دانستہ اس کو ترک کر دیا روک دیا کہ اصل جو میری منزل میرا مقصودِ حیات ہے وہ میری تعلیم ہے خاص طور پر یہ میڈیکل کی تو اس کو چھوڑ کر وہ کام کرو، اُس کو فوقیت دو تو بہ فضل اللہِ تعالیٰ وہ کامیاب و کامران رہے اپنی اس تعلیم میں۔ آگے پھر ایم بی بی ایس کرنے کے بعد انہوں نے پریکٹس کی پھر وہ بیرونِ ملک گئے وہاں انہوں نے ایف آر سی ایس کیا اور یہ جو تین چار سال میں ہوتا تھا ان کا ڈیڑھ پونے دو سال میں ہو گیا۔ یہ اللہ کا خاص کرم ہے اور چلتے چلتے پھر انہوں نے دیکھیں کہ غالباً نویں دسویں جماعت میں پڑھتے تھے جب خلافت کی زبان سے انہوں نے وقف کا لفظ سنا تو اسی وقت انہوں نے عہد کر لیا کہ ہاں میں نے وقف کرنا ہے اور خدمت کرنی ہے۔ یہ قدرت کروا رہی تھی یہ ویسے حیرت والی بات ہے کہ اس ٹین ایج والی عمر میں آدمی یہ سوچ لے اور یہ ارادہ کر لے۔ یہ بہت کم ہوتا ہے، ہوتا تو ہے لیکن وہ بڑے نصیبوں والے ہوتے ہیں میری دانست میں۔ مجھے کیوں نہیں ہوا یہ! اور پھر جب انہوں نے تعلیم مکمّل کر لی، ہاؤس جاب وغیرہ ہو گیا، ڈاکٹر پوری طرح بن گئے تو پھر وہ کسی افریقی ملک میں چلے گئے تین سال وقف کر کے خدمت کی۔ وہ جو بات نویں دسویں میں ان کے دل میں اٹھی تھی پھر اس کو پورا کیا اللہ تعالیٰ کے فضل سے۔

کرتے کرتے پھر وہ ریٹائر ہو گئے۔ اس کے بعد وہ چیز عود آئی جو ان میں قدرتی طور پر تھی۔ یہ ودیعت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے۔ صلاحیّتیں ساری اس کی طرف سے ہوتی ہیں۔ ان میں سے یہ شعر کہنے کی صلاحیّت بھی ایک ہے۔ اگر اس کا تعلق پڑھے لکھے ہونے سے ہو تو ہر

پڑھا لکھا شاعر ہو جبکہ ایسا نہیں اور اس کا پڑھنے لکھنے سے بھی معاملہ نہیں۔ بالکل جن کو چِٹّا ان پڑھ کہا جاتا ہے پنجابی میں وہ کمال کے شاعر ہیں جن کو الف بے کا پتہ نہیں تو یہ اللہ تعالٰی کی دین ہوتی ہے۔ رہ گئی تعلیم کی بات تو زمانہ تعلیم دیتا ہے ان کو۔ وہ جو چِٹّے ان پڑھ ہوتے ہیں۔ ان کا دماغ ہوتا ہے، آنکھیں ہوتی ہیں احساسات ہوتے ہیں، وہ دیکھتے ہیں محسوس کرتے ہیں، پھر اپنے لفظوں میں بیان کر دیتے ہیں۔

تو پھر وہ آمد شروع ہو گئی ریٹائرمنٹ کے بعد، غیر معمولی ہوئی اور ہو رہی ہے۔

روزانہ ایک غزل ہونا یا کسی اور موضوع پر کچھ کہنا جیسے حضرت صاحبزادہ عبداللطیف شہید رضی اللہ عنہ کی بابت جو واقعہ ہوا اس کو انہوں نے منظوم کیا۔ اسی طرح اور بہت سی چیزیں ہیں۔ تو پھر وہ سلسلہ شروع ہو گیا۔ تو اب یہ غیر معمولی بات ہے ہر روز کچھ نہ کچھ ہونا یہ۔

میرا ان سے تعارف ۲۰۰۲ میں ہوا ملاقات نہیں ہوئی۔ ان سے میری ملاقات ہوتی ہے ۲۰۱۹ میں۔ ادب کے حوالے سے یہ سلسلہ شروع ہوا۔ پہلی ملاقات طے تھی۔ یہ میرے پاس آئے طے شدہ ملاقات کے تحت لیکن مجھے کہیں جانا پڑ گیا۔ یہ سفر کر کے آئے تھے اور بذریعہ ریل گاڑی آئے تھے۔ میری ملاقات غالباً تین منٹ کی ہوئی ہو گی کھڑے کھڑے۔ تو ان کا جو ردِّ عمل تھا میں تو اسی کی بنیاد پر گرویدہ ہو گیا تھا، متاثر کُن تھا۔ خیر اس کے ایک ہفتے بعد دوبارہ ملاقات ہوئی اور میں خود ان کے ہاں گیا اور وہ پہلی ملاقات تھی میری۔ ہم غالباً ٹھیک طرح وقت یاد نہیں لیکن دو اڑھائی گھنٹے یا شاید تین گھنٹے تک ہم دونوں بیٹھے باتیں ہوئیں اور حقیقت یہ ہے کہ مجھے پیار تو اسی دن ہو گیا تھا اس پہلی ملاقات میں اور اس کے بعد یہ سلسلہ چل نکلا۔

وہ جو کہتے ہیں فون پر ایک ادبی گروپ "گلستانِ احمد" میں بھیجتے ہیں اور مجھے الگ سے بھی بھیجتے ہیں اور احباب کو بھی بھیجتے ہوں گے میرا قیاس ہے پتہ نہیں۔ پوچھا نہیں۔ میں ان کا ایک ایک لفظ ایک ایک شعر پڑھتا ہوں۔ بعض دفعہ دو دفعہ پڑھتا ہوں پھر جو سمجھ میں آئے وہ بیان بھی کرتا ہوں۔ اس میں سے جو قابلِ قبول ہو وہ قبول بھی کر لیتے ہیں۔

اگر میں ان سے ملا نہ ہوتا، ان کے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا نہ ہوتا تو جس یقین سے میں بات کر رہا ہوں اور جو ادراک مجھے ہوا ہے یہ شکل نہ ہوتی یہ یقین نہ ہوتا۔

خلافت سے محبّت، سلسلہ کی تعلیم کا مطالعہ، عملاً جاں نثاری کی کیفیّت، یہ وہ چیزیں ہیں جو ان کی شاعری میں ہیں۔ جو شخص کسی کیفیّت میں سے گزرا نہیں اس کو وہ بیان کیا کرے گا۔

طفیل عامرؔ

لندن

اظہارِ تشکّر

الحمدللّٰہ کہ اپنا شعری مجموعہ "منّت کشِ دعا" پیش کرنے کی توفیق مل رہی ہے۔ اس سے پہلے میرے سولہ مجموعہ ہائے کلام کو جس طور سے پذیرائی ملی، اس کے لئے سب سے پہلے اپنے ربِّ کریم کا اور اس کے بعد فرداً فرداً تمام احباب کا تہہِ دل سے شکر گزار ہوں۔

جیسا کہ اپنی پہلی کتاب "لبِّ لباب" کی ابتدا میں، میں نے ذکر کیا تھا کہ ۱۸ مئی ۲۰۲۰، ۲۵ رمضان المبارک، کی رات حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کو اچانک چوٹ لگ جانے کی فکر میں دل پر گہرا اثر تھا۔ دُعا کر کے سویا تو خواب میں خود کو ایک لمبی نظم پڑھتے ہوئے پایا۔ آنکھ کھلی تو احساس تھا کہ پوری نظم یاد ہے، ابھی لکھ لوں گا تاہم لکھنے بیٹھا تو نظم تو بھول گئی تھی، محض اس کی طرز یاد رہی تھی جس پر ایک نظم لکھ کر حضورِ انور کی خدمت میں بھجوا دی۔ لیکن اس وقت یہ احساس ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جیسے شاعری سکھا دی ہے اور اب میں آسانی سے شعر کہہ پاؤں گا۔ چنانچہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے خود مدد کی اور رہنمائی فرمائی اور میں نے روزانہ ایک غزل یا نظم کہنا شروع کر دی۔

میرے ذہن میں قرآنِ کریم کی یہ آیت تھی کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے کہ تُو کہہ دے کہ اگر سمندر دواتیں بن جائیں تاکہ میرے رب کے کلمات لکھ سکیں تو وہ ختم ہو جائیں گے خواہ ویسے ہی سمندر دوبارہ لے آئیں لیکن تیرے رب کے کلمات ختم نہیں ہوں گے۔ تو اگر خدا تعالٰی کی کائنات پر غور کیا جائے تو ایک نظم تو روزانہ کہی جا سکتی ہے۔ اللہ کا فضل ہے کہ یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے الحمد للہ

''لبِّ لباب'' میں میرا، دسمبر ۲۰۲۰ تک کا، سارا کلام شامل تھا۔ اس میں سے غزلیات کا حصّہ الگ کرکے ''چاک دامانِ جنوں'' کے نام سے شائع کیا گیا۔ میری تیسری کتاب ، جس کا نام استاذِ المکرم پروفیسر مبارک احمد عابد صاحب نے از راہِ شفقت ''ہم قدم دم بدم'' تجویز فرمایا تھا، میں یکم جنوری ۲۰۲۱ سے ۳۱ مارچ ۲۰۲۱ تک کا کلام شامل تھا جو زیادہ تر غزلیات پر مشتمل ہے۔

''در آئینہ صفِ دوستاں'' میں یکم اپریل ۲۰۲۱ سے لے کر ۳۰ جون ۲۰۲۱ تک کا کلام شامل کیا گیا۔ ''نصیبِ چارہ گری'' میں یکم جولائی ۲۰۲۱ سے ۳۰ ستمبر ۲۰۲۱ اور ''باز گشت'' میں یکم اکتوبر ۲۰۲۱ سے ۳۱ دسمبر ۲۰۲۱ تک کا کلام شامل ہوا۔ ''پیتم بِن مَن سُونا'' میں یکم جنوری ۲۰۲۲ سے ۳۱ مارچ ۲۰۲۲۔ آٹھویں مجموعہ میں یکم اپریل سے ۳۰ جون ۲۰۲۲ تک اور نویں ''مجموعہ سرنامۂ نور'' میں یکم جولائی ۲۰۲۲ سے ۳۰ ستمبر ۲۰۲۲ تک کا کلام شامل ہے۔۔ دسواں مجموعہ خلافت سے متعلّق کلام پر مشتمل ہے جبکہ ''ایک اور ایک گیارہ'' اکتوبر ۲۰۲۲ سے لے کر اگست ۲۰۲۳ تک کے کلام پر

مشتمل ہے۔ " برَشگالِ نُور "ستمبر ۲۰۲۳ سے لے کر دسمبر ۲۰۲۳ تک کے کلام پر مشتمل ہے۔"گمان سے یقین تک" جنوری تا مارچ ۲۰۲۴ اور مجموعہ "رنگِ وفا دیکھو تو" اپریل تا جون ۲۰۲۴ کے کلام پر مشتمل ہے۔"آئینہ ابرار کا" تیرھویں اور چودھویں مجموعے کی چنیدہ غزلیں ااور نظمیں الگ کر کے تیّار کی گئی ہے۔ اسی طرح سولہواں مجموعہ سخن سمندر تیرھویں اور چودھویں مجموعے کی صرف غزلوں پر مشتمل ہے۔اور یہ سترھواں مجموعہ "منّت کشِ دعا" جولائی ۲۰۲۴ سے دسمبر ۲۰۲۴ کے کلام پر مشتمل ہے۔

دیگر مہربانوں کے ساتھ، محترم پروفیسر مبارک احمد عابد صاحب کا خصوصی شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جو باقاعدگی سے میرا کلام دیکھ کر حسبِ ضرورت اصلاح بھی فرما دیتے ہیں۔اس کتاب کا نام بھی ان کا ہی تجویز کردہ ہے۔اور مجھے حیرت ہوتی ہے کہ کس قدر محنت کے ساتھ انہوں نے ایک ایک لفظ کا جائزہ لے کر اپنی مفصّل رائے کا اظہار فرمایا ہے۔

اس کے علاوہ میں اپنے ان اساتذہ اور دوستوں کا بھی شکر گزار ہوں جنہوں نے مجھے اس قابل سمجھا کہ وقت نکال کر اپنی رائے سے نوازا۔مکرم و محترم پروفیسر مبارک احمد عابد صاحب نے ہر بار ایک خوبصورت پیش لفظ سے نوازا اور محترم عبد الشکور صاحب نے امریکہ سے، مبارک احمد صدیقی صاحب اور خاص طور پر مکرم طفیل عامر صاحب نے اپنی خصوصی آرا سے نوازا۔ڈاکٹر منوّر احمد کنڈے صاحب نے حسبِ معمول کتاب

پر نہ صرف رائے کا اظہار فرمایا بلکہ ہر دفعہ ایک خوبصورت نظم سے بھی نوازا۔ اللہ ان سب کو صحت و سلامتی والی لمبی زندگی سے نوازے اور احسن ترین جزا عطا فرمائے۔

آمین!

خاکسار

ڈاکٹر طارق انور باجوہ ۔لندن

حمدیہ غزل

میں جانتا ہوں سفر مرا تو یہ مختصر ہے
طویل جتنا سفر ہے ، جھنجھٹ طویل تر ہے

زمیں کی گردش ، پہ منحصر رات دن ہمارے
کہیں پہ سورج اگر ہو رُخصت ،کہیں سحر ہے

تپش میں سورج کی ، پھل شجر کے جو پک رہے ہیں
ہے ذائقے میں الگ ہر اک پھل ، جو خشک و تر ہے

بنا سکا کب بشر کوئی ، کیڑے جیسا ریشم
کہاں کسی کی عقاب جیسی ہوئی نظر ہے

زمیں نے اپنی طرف ہے کھینچا ہر ایک ذرّہ
وہی زمیں جو کہیں پہ بحر اور کہیں پہ بر ہے

گلوں کے لب پر تری کہانی ہے ہر چمن میں
تری مہک ہے ، جہاں صبا کا ہوا گزر ہے

ہے سیج پھولوں کی گو سجے ہیں ، حسین رستے
جو راہ تیرے مکاں کو جاتی ہے وہ دِگر ہے

کبھی کبھی چاہتا ہے دل یہ ، تجھے میں دیکھوں
مگر تجھے دیکھنے سے قاصر مری نظر ہے

کوئی تمنّا بھی سر اٹھاتی نہیں ہے، دل میں
کبھی اگر تجھ سے گفتگو ہو تو کیا ضرر ہے

جہاں مقابل ہوئے , خرد پر تھا عشق بھاری
جنوں ہی بہتر ہے گر خرَد میں کوئی کسر ہے

ملوں گا میں اُس نے خود ہی وعدہ کِیا ہے طارق
کہاں خدا اور کہاں یہ عاجز جو اک بشر ہے

☆☆☆

"عالمُ الغیب"

عالم الغیب ، ہے ، ظاہر کہ نہاں جانتا ہے
ہے کہاں دل میں نہاں ، عشقِ بتاں جانتا ہے

بخش دیتا ہے اگر چاہے ، گنہگاروں کو
کس کو کب کیسے پکڑنا ہے کہاں ،جانتا ہے

کیا خبر کس سے کئے جائیں گے آسان سوال
لے گا تفصیل سے وہ کس کا بیاں ، جانتا ہے

اس کے اسرار و رمُوز اور کوئی کیا جانے
اس کا بندہ بھی اسے اتنا کہاں جانتا ہے

کس کو چاہت میں وفا کا ہے سلیقہ حاصل
اک وہی ہے جو دلوں کا یہ گماں جانتا ہے

ہم جو بھٹکے ہیں یہاں اپنی خطاؤں کے سبب
وہ جو عارف ہے وہی راہِ رواں جانتا ہے

بے بصیرت جو یہاں پر ہے ، وہاں بھی ہو گا
وہاں پہچانے گا اس کو جو یہاں جانتا ہے

ہم تو چپکے سے سناتے ہیں کہانی اپنی
کون سنتا ہے ہمیں، کون وہاں جانتا ہے

ذرے ذرے میں عیاں اس کی عجب رعنائی
ہر طرف ایک وہی ہے یہ جہاں جانتا ہے

صرف عاشق ہی سمجھ سکتا ہے معشوق کی بات
جس نے قرآن پڑھا ، رب کی زباں جانتا ہے

اس کے دربار میں ہو جس کو رسائی حاصل
وصل کا پھر وہی پُر کیف سماں جانتا ہے

دل کے پردوں میں چھپی بات سے واقف ہے وہ
اک وہی دل کے سبھی راز نہاں جانتا ہے

خوب پہچانے وہ انداز وفا کے طارِقؔ
کون اس کے لیے دے سکتا ہے جاں ، جانتا ہے

☆☆☆

حمدیہ کلام

بھیج دیا نبیوں کا خاتم
سب نبیوں سے افضل و اکرم

گیت خدا کی حمد کے گاؤ
دھیرے دھیرے مدھم مدھم

ساتھ درود بھی پڑھتے جاؤ
صلیّ اللہ علیہ وسلّم

پھر ہے گر آواز سریلی
خود ہی بنے گی اچھی سرگم

رُخ پہ وضو کے قطرے دیکھو
پھول پہ جیسے ٹپکے شبنم

گن ہی نہ پائیں احساں اس کے
کیوں ہو اس کا پیار کبھی کم

عمر بڑھانے کا ہے نسخہ
کام اوروں کے آؤ ہر دم

ذکر لبوں پر جاری اس کا
آنکھیں یاد میں اس کی رہیں نم

جینا یہ ہے راضی وہ ہو
ذہن میں آ کر جائے یہ جم

دین اور دنیا دونوں اچھے
چاہو تم دونوں کا سنگم

اس کے در پر روح جو پگھلے
سر سجدے میں ہو گا پھر خم

طارِق حمد بیاں ہو کیسے
جس کی ہر نعمت ہے ہر دم

☆☆☆

خانۂ خدا کو روانگی

کوئی بھی نیک ارادہ نہ ردّ کیا میں نے
جنوں کو کب ہے سپردِ خِرَد کیا میں نے

خدا کے گھر کا سفر ایک خواب تھا میرا
قریب وہ جو ، امیں ہے بلَد کیا میں نے

وہ اس کے گھر کا جو اکثر طواف کرتے ہیں
وہی تو لوگ ہیں جن سے حسد کیا میں نے

ہزاروں بت تھے مکیں ہو گئے مرے دل میں
وہاں مقیم ہے پھر سے اَحد کیا میں نے

یہ سچ ہے بھول گیا ہوں کبھی کبھی اس کو
مگر ہے پیار بھی اس سے اشدّ کیا میں نے

نظر پڑی جو گریباں پہ ہو گیا نادِم
مگر بلاوے کو اس کے سند کیا میں نے

تمام آسرا مجھ کو ہے اس کی رحمت کا
ہے کب حساب میں خود کو عدد کیا میں نے

مجھے ہے فخر ہمیشہ سے اپنے مالک پر
کہ عبد خود کو ہے اب تا ابد کیا میں نے

خوشی ہے جا کے میں اس در پہ سر جھکاؤں گا
سب اور خواہشوں سے دل صمد کیا میں نے

ہے اضطراب بھی طارقؔ مگر سکون بھی ہے
ارادہ جب کیا اس کو روَد کیا میں نے

خانہ کعبہ میں مناجات

اے محبّت کے مضامین لکھانے والے
اپنی الفت کا سبق دل کو پڑھانے والے

تشنہ روحوں کی ہے سیرابی کا سامان کِیا
آبِ زم زم سے مری پیاس بجھانے والے

عشق دیوانوں کو کروائے طوافِ کعبہ
خوش ہیں دہلیز کو بھی ہاتھ لگانے والے

بخش دیتا ہے گنہ اس کے جو در پر آئے
کب ہیں مایوس ہوئے گھر ترے آنے والے

جان پاتے تجھے اے کاش مرے پیارے خدا
تجھ سے کیوں دور ہیں اب تک یہ زمانے والے

تجھ پہ قربان ہے یہ دل یہ مری جان سدا
حسن و احساں سے مجھے اپنا بنانے والے

تُو نے گھر اپنے بلایا جسے خالی نہ گیا
کھول دے مجھ پہ بھی در خاص خزانے والے

دل میں ہے خوف ترا تجھ سے محبّت بھی ہے
میرے جذبات میں ہلچل سی مچانے والے

تیری توفیق سے حاضر ہوا طارِقؔ مولا
اس کو انداز سکھا خود کو منانے والے

☆☆☆

مناجات

ابتدا سے ، انتہا ہے تُو مرا
میں ترا ہوں تُو مرا ہے تُو مرا

تُو مرا اپنا ہے مجھ کو ہے یقیں
غیر ہے جو دوسرا ہے ، تُو مرا

عشق میں تیرے کرے مخمور جو
زندگی کا وہ نشہ ہے تُو مرا

تو اندھیری رات کی ہے روشنی
تُو ہی منزل راستہ ہے تُو مرا

تیرا بندہ بن کے ہوں نازاں بہت
میں رعایا ، بادشہ ہے تُو مرا

ڈوبتی کشتی لگا دے پار تُو
اے خدا بس ناخدا ہے تُو مرا

ڈال دے مجھ پر کرم کی اک نظر
تجھ کو تیرا واسطہ ہے ، تُو مرا

تیرے بن ہے کشمکش ،موت و حیات
زندگی سے رابطہ ہے تو مرا

اور کس پر میں بھروسہ کر سکوں
مشکلوں میں آسرا ہے تُو مرا

تُو مرا ہو جائے تو کیا چاہیئے
سچ ہو یہ دعویٰ مرا ہے تُو مرا

طارِقؔ اس دنیا سے ہم کو کیا غرض
ہم نے جب اُس کو کہا ہے تُو مرا

☆☆☆

”میری بخشش کی نوید ان کو سناتے جاؤ“

تم کو اسلاف سے نسبت ہے ، جتاتے جاؤ
غیر کی نظروں سے خود کو نہ گراتے جاؤ

غیر ممکن کو دعائیں ہی کریں گی ممکن
عرش کو اپنی دعاؤں سے ہلاتے جاؤ

تم کو مایوس نہ کر دیں کبھی غم کے سائے
آس کی جوت سدا دل میں جگاتے جاؤ

رسم ہے دور چلانے کی جو مے خانے میں
خود جو پیتے ہو وہ اوروں کو پلاتے جاؤ

اپنی لاعلمی میں دشمن جو سمجھ بیٹھے تمہیں
پیار سے ان کی غلط فہمی مٹاتے جاؤ

وہ جو غفلت کے لحافوں میں پڑے سوتے ہیں
تم اگر جاگے ہو ان کو بھی جگاتے جاؤ

رہنمائی بھی ضروری ہے سفر مشکل ہے
ساتھ رہبر کے قدم اپنے ملاتے جاؤ

فکرِ دنیا سے ہو آزاد ، سکوں مل جائے
تم خدا سے جو محبّت کو بڑھاتے جاؤ

آسماں سے تو ہمیشہ یہ صدا آتی ہے
آس رحمت کی سدا رب سے لگاتے جاؤ

" جو گنہگار ہیں ، مایوس مری رحمت سے
میری بخشش کی نوید ان کو سناتے جاؤ "

تم کو پیغام محبّت کا ملا ہے سب سے
دل سے نفرت کی بھی دیوار ہٹاتے جاؤ

روشنی ہو گی یہ چھٹ جائے گی تاریکیٔ شب
اپنے حصّے کی اگر شمع جلاتے جاؤ

طارِقؔ اس عشق میں قربانی دیا کرتے ہیں
کیوں تذبذب ہے ، ہر اک چیز لُٹاتے جاؤ

☆☆☆

روضۂ رسول ﷺ پر حاضری

کیسا یہ محبّت سے جنوں مجھ کو ملا ہے
روضے پہ ترے آ کے سکوں مجھ کو ملا ہے

جب پیش کیا لب سے سلام ، آنکھوں سے بوسہ
پھر حکم ، نہ ٹھہروں میں چلوں مجھ کو ملا ہے

پوشیدہ ہے دل میں تری سیرت کا خزینہ
دنیا کے خزائن سے فزوں مجھ کو ملا ہے

احسان ہیں اتنے ترے ، اے حسن کے پیکر
کیا جُود و کرم تیرا گنوں ، مجھ کو ملا ہے

ہے شان میں تیری جو قصیدہ پڑھا آ کر
سُکھ چین تو سینے کے دروں مجھ کو ملا ہے

فریاد تو کی سر کو جھکا کر مرے آقا
دشمن سے ترے حال زبُوں ، مجھ کو ملا ہے

سیکھا ہے سبق تجھ سے سکھایا جو خدا نے
ارشاد کہ میں صبر کروں ، مجھ کو ملا ہے

طارِقؔ ہے ترے اسوۂ کامل کا طلب گار
مل جائے تو میں سب سے کہوں ، مجھ کو ملا ہے

☆☆☆

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

خدا کرے مرے لب پر ترا ہی نام آئے
سکون دل کو ملے، جب ترا پیام آئے

ہو ذکر آپ کا تو رحمتوں کی بارش ہو
درود پڑھ کے دل کو چین صبح و شام آئے

مدینے جا کے بسوں میں، یہی تمنا ہے
زباں پہ سامنے روضہ کے ، خوش کلام آئے

نبیؐ کا در ہے کہ جُود و کرم کا چشمہ ہے
ملے ہر ایک کو عرفان کا جو جام آئے

نبیؐ کی سیرت و سنت سے روشنی پائیں
جہاں میں امن ہو اور دل میں احتشام آئے

خدا کے گھر کا بھی آسان ہو سفر میرا
نبیؐ کا ذکر ہو کعبہ کا جب مقام آئے

شفاعت ان کی ملے پیار کرنے والوں کو
جو ان پہ بھیجیں انہیں ان کا بھی سلام آئے

☆☆☆

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

جس طرف دیکھیں اسی کا نور ہے پھیلا ہوا
وہ محمدؐ مصطفٰے ، اس سا نہ کوئی دوسرا

ہے وہی تو مہ لقا، بدر الدّجٰی ، نجمُ الہدٰی
ہر طرف پھیلی ضیا جس کی ، ہے وہ شمس الضحٰی

ہے وہی خیر الورٰی ، خیر البشر، ختم الرّسل
انبیا کا رہنُما، مولائے کُل، عین الشفا

حسن و احساں میں نظر آئے کہاں اس کی نظیر
دیکھ کر اخلاق ، دشمن بھی کہیں صد مرحبا

ہو گئے قائل سبھی ہو کر محبّت کے اسیر
اَشجعَ الشُّجعان ، فیضانِ نبوّت سے بھرا

وہ یتیموں سے محبّت کا تھا خود اعلیٰ نشاں
وہ اسیروں کی رہائی کا سبب آ کر بنا

بادشاہی میں بھی ساری زندگی سادہ رہی
عبدِ کامل ، ہے نمونہ اُس کا زہد و اتّقا

کیوں نہ طارقؔ ہر گھڑی بھیجیں درود اس ذات پر
جب خدا بھیجے درود اس پر ، فرشتے بھی سدا

☆☆☆

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

محمد ﷺ محسنِ انسانیت، رحمت دو عالَم کے
وہی ہیں راحتِ جاں ، ہاں وہی ساقی ہیں زمزم کے

فلک سے ابر برسا جس میں اک آبِ حیات اترا
نظر آیا کہ پھولوں پر گرے قطرے تھے شبنم کے

نبیؐ کا خُلق ہے آئینہ، دل نوروں سے جو بھر دے
وہی تھا سلسلہ ، آخر میں آئے تھے وہ آدم کے

نہیں کوئی مثال ان کی، وہی اک فخرِ عالَم ہیں
کہ نیچے آ گئے سارے نبی ہی اُن کے پرچم کے

خزاں کے بعد آتی ہے بہار ان کے اشارے سے
چمن میں پھول کھلتے ہیں انہی کے دم سے موسم کے

کبھی یہ پیار کی لو ، دل سے مدّھم ہو نہیں سکتی
کہ ان کے نور کے دم سے دیے روشن ہیں عالم کے

مدینے کی زیارت ہو ، یہ خواہش دل میں رہتی ہے
شفاعت کی سخاوت میں، نبی والی ہیں حاتم کے

وہی تو راحتِ جاں ہیں درود ان پر سلام ان پر
محمدؐ جو کہ ہیں محبوب ، طارِقؔ سارے عالَم کے

☆☆☆

”ہے محمدّ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام خوب اور کام خوب!“

جانتا ہے کیا چھپا دل میں ہے علّامُ الغیوب
کر دیا نازل وہ قرآں جو ہے ، تریاق القلوب

ڈھانپ عیبوں کو سبھی دیتا ہے ستّار العیوب
بخش دیتا ہے گناہوں کو وہ غفّار الذّنوب

آزماتا ہے خدا اپنے ہی بندوں کو کبھی
صبر جو کرتا ہے کہلاتا وہی تو ہے ایّوب

سر جُھکا کر مانگ اُس سے ، بخش دیتا ہے خدا
قبل اس کے ، زندگی ،تیری کا سورج ہو غروب

ساری عزّت ، کس قدر تقویٰ ہے ، اِس پر منحصر
ہیں فقط پہچان کو سارے قبائل اور شعُوب

حسنِ ازل آئینہء محمد مصطفیٰ ﷺ ہے
خوب صورت خوب سیرت، نام خوب اور کام خوب

گر خدا تیرا ہو طارقؔ ، ہو جہاں سارا ترا
مشرق و مغرب ہے کیا اور کیا شمال اور کیا جنوب

☆☆☆

خلافت کی محبّت

دلوں میں جس نے محبّت بے انتہا ڈالی
اسی خدا نے خلافت کی ہے بِنا ڈالی

پھر ایک شخص محبّت تھی جس کو قرآں سے
پڑھایا ، ترجمہ ، تفسیر بھی پڑھا ڈالی

جوان ایک اٹھا پھر یہ عہد پورا کیا
کہ شمع توحید کی ، چہار سُو جلا ڈالی

کسی نے نعرہ دیا سب سے پھر محبّت کا
مٹا کے نفرتیں ، خُو ، پیار کی سکھا ڈالی

پھر ایک مردِ خدا تھا ، مجسّمِ اُلفت
وہ آیا جب نئی تاریخ ہی بنا ڈالی

اور اس کے بعد ہے اک شخص پُر وقار آیا
دلوں پہ کر کے حکومت ، ہمیں دِکھا ڈالی

سنی خبر جو علالت کی ، لوگ روئے ہیں
دلوں میں کس نے محبّت کی یہ ادا ڈالی

ہیں بے قرار دل اس کی نہ ہو گی جلوہ گری
ہے کون جس نے یہ ایماں کی اشتہا ڈالی

ترے سوا ہے بھلا کون جو یہ کر پائے
دلوں میں تُو نے محبّت یہ اے خدا ڈالی

خدا کرے یہ عمارت رہے یونہی قائم
ہے مومنوں کی اطاعت پہ جو بِنا ڈالی

سوائے اس کے نہیں کوئی رہنما طارق
کہ جس نے جنگ کے شعلوں پہ ہے رِدا ڈالی

☆☆☆

☆

پھر ترا اُس گلی میں جانا ہو
جس میں محبوب کا ٹھکانہ ہو

تُو یہ چاہے وہ بام پر آئے
وہ ترے سامنے روانہ ہو

جاتے جاتے رُکے وہ کچھ لمحے
تجھ کو گویا گلے لگانا ہو

مسکرا کر تجھے وہ یوں دیکھے
جیسے تُو قیمتی خزانہ ہو

تجھ کو محسوس ہو کہیں دل میں
اس سے رشتہ کوئی پرانا ہو

تیرے احباب رشک سے دیکھیں
اور حاسد ترا زمانہ ہو

ہر قدم امتحان ہو تیرا
زیست بھی اس کا اک بہانہ ہو

وہ وہاں پر پہنچ ہی جاتا ہے
جس جگہ جس کا آب و دانہ ہو

ہر قدم سوچ کر دھرنا
کیا خبر کس نے آزمانا ہو

روٹھنے کی نہ سوچنا اس سے
اس کو مشکل نہ پھر منانا ہو

طارؔق اس کی گلی سے ہو آئیں
جانے پھر جانا یا نہ جانا ہو

☆☆☆

☆

در خورِ اعتنا نہیں سمجھا
آپ نے ہم کو یا نہیں سمجھا

آپ تو جانتے ہیں ، سچ کہیے
آپ کو ہم نے کیا نہیں سمجھا ؟

آپ کو ہم نے جو دیا سندیس
آپ نے بارہا نہیں سمجھا

آپ کو دوش دیں بھلا کیسے
آپ کو جو ملا نہیں سمجھا

وہ جو روشن دماغ رکھتا تھا
وہ دعا کو دغا نہیں سمجھا

پاؤں نازک تھے پھر بھی چل نکلا
عشق کا راستہ نہیں سمجھا

جس کا اپنا وجود باقی تھا
پیار کی انتہا نہیں سمجھا

آشنا تھا جو اِس محبّت سے
وہ تو اچھا ، برا نہیں سمجھا

غیر کی بات چھوڑ ، اپنی کر
کون تجھ کو بتا نہیں سمجھا

بجھ گیا ایک شام چپکے سے
دل میں جلتا دیا نہیں سمجھا

زندگی کیا ہے! ڈور الجھی ہے
جس کا کوئی سِرا نہیں سمجھا

اس کے سینے میں جو حرارت تھی
سانس کس نے دیا نہیں سمجھا

طارقؔ اس بے ثبات دنیا کو
زیست کا آسرا نہیں سمجھا

☆☆☆

☆

چلیں آندھیاں ، کسی پیڑ کو بڑی چاہتوں سے بچا لیا
دیا باغباں نے جو سائباں ، وہ تمازتوں سے بچا لیا

لگِیں بے وفائی کی تہمتیں ، اُٹھیں انگلیاں جو مری طرف
مری ہجرتوں نے وطن میں مجھ کو ملامتوں سے بچا لیا

میں ہوں خوش نصیب کہ روشنی ملی ایسی علم و شعور کی
ملا فہم وہ ، مجھے مد رسوں کی جہالتوں سے بچا لیا

کِیا رب سے مجھ کو یوں آشنا ، مجھے آگہی کا دیا سبق
مجھے بے لگام معاشرے کی کثافتوں سے بچا لیا

مجھے رہنما وہ ملا ، چلا مرے ساتھ ہاتھ وہ تھام کر
ہوا نو جواں تو اسی نے کتنی حماقتوں سے بچا لیا

نہیں آ سکا میں اگر یہاں ، کسی دلرُبا کے فریب میں
مرے سر پہ میرا خدا رہا ، بُری ساعتوں سے بچا لیا

مرے دست و پا لئے آزما ، نہ ہلا سکے مجھے ابتلا
مری تربیت تھی جو سخت ، اُس نے ہلاکتوں سے بچا لیا

مجھے حقِّ رائے دہی تو تھا ، اسے چھین کر کِیا بے زباں
مجھے کیا گلہ ،مرے ربّ نے منفی سیاستوں سے بچا لیا

جو ملا ہے ورثہ وہ دین کا ہے تو شکر ربِّ رحیم کا
جو کیا الگ تو خصومتوں کی وراثتوں سے بچا لیا

میں تھا ایک طارقؔ بے نوا ، مجھے کی زباں ہے رواں عطا
میں ہزار شکر کروں ادا ، مجھے لکنتوں سے بچا لیا

☆☆☆

☆

طاغوت ، حکمران کی طاقت ہے آجکل
دھوکہ دہی فریب سے عزّت ہے آجکل

پیمانہ کامیابی کا مکر و فریب ہے
دجّال کی اسی لئے شہرت ہے آجکل

کس طور سے ملی ہے نہ پوچھے گا یہ کوئی
سب سے ضروری ہو گئی دولت ہے آجکل

دو وقت کی روٹی بھی کمانا ہوا مشکل
بے فائدہ غریب کی محنت ہے آجکل

عیّاری و مکاّری ، ریا کاری ہے دیکھو
روزہ نماز حج بھی تجارت ہے آجکل

گنتی کے چند لوگ ہیں دیتے ہیں جو زکوٰۃ
اک کاروبار ، ساری عبادت ہے آجکل

بھائی کو مرتے دیکھ کے پروا نہیں ذرا
پر مانگتا خدا سے وہ نصرت ہے آجکل

کیا وقت اور آئے گا اترے گا جب مسیح
دیدار اس کا ہو ، بڑی حسرت ہے آجکل

حاذق طبیب ہو گا زمانے کا بھی کوئی
بیماریوں کی ہو گئی کثرت ہے آجکل

طارقؔ خدا سے نور تو سب کو عطا ہوا
محروم ، آنکھ ہی سے بصارت ہے آجکل

☆☆☆

☆

ہوں جانے کتنے راز عیاں ، سوچوں کو صدا جو مل جائے
بے باک نگاہیں جھک جائیں ، آنکھوں کو حیا جو مل جائے

ماں باپ کی خدمت سے موسم بدلیں ، تب سارے پھول کھلیں
گلشن میں بہار آ جائے گی ، جنت سی ہوا جو مل جائے

بچوں کی کومل سوچوں کو پروان چڑھائیں ہم ایسے
ہو روشن ان کا مستقبل ، ذہنوں کو جِلا جو مل جائے

کوشش تو کریں ، کچھ ہل چل ہو ، کچھ ہاتھ ہلائیں ہم بھی تو
اس زیست کا مقصد پورا ہو ، ہم سب کو خدا جو مل جائے

سب اپنی اپنی مرضی سے تو زیست گزارا کرتے ہیں
کچھ اپنا جیون بھی ہو سپھل ، اس رب کی رضا جو مل جائے

محبوب کے ایک اشارے پر ، دل چیز ہے کیا ہم جان بھی دیں
ہے اور کسی کی کیا پروا ، بس اس کی لقا جو مل جائے

جب اُس کی ایک نگاہ پڑے سب دین اور دنیا پار لگیں
سب کام ہمارے پورے ہوں اک اُس کی دُعا جو مل جائے

کیا خوب ہو ایک وجود ہوں ہم وہ ہم سے ہو ہم اس سے ہوں
طارِؔق ہوں خوش اس رستے میں ہم کو بھی فنا جو مل جائے

☆☆☆

☆

کب یہ غم بولتا ہے کون ہوں میں
ہاں ستم بولتا ہے کون ہوں میں

درد ظاہر بھی ہو جو چہرے سے
کب بھرم بولتا ہے کون ہوں میں

چیختا ہے خموش رہ کر بھی
یہ قلم بولتا ہے کون ہوں میں

نالۂ ہجر بے اثر تو نہیں
گرچہ کم بولتا ہے کون ہوں میں

آبلہ پا ہوں پھر بھی چلتا ہوں
ہر قدم بولتا ہے کون ہوں میں

سب سے گر اختلاف رکھتا ہے
کیوں دھرم بولتا ہے کون ہوں میں

ہر گھڑی ہو رہا ہے مجھ پر جو
وہ کرَم بولتا ہے کون ہوں میں

آ گئے تھے صنم وہاں پر بھی
گو حرم بولتا ہے کون ہوں میں

فیصلہ اس کا آخری طارقؔ
جب حکَم بولتا ہے کون ہوں میں

☆☆☆

☆

گو بہت ہم اِدھر اُدھر بھاگے
جانے کیا ہونے والا ہے آگے

آتشِ عشق گر نہ ہو سوزاں
رات بھر کون اس طرح جاگے

اڑ نہ جائیں پتنگ کی مانند
کچھ تو مضبوط ہوں بندھے دھاگے

کوئی مہمان گھر پہ آیا ہے
کائیں کائیں نہ یوں کریں کاگے

عشق دیوانہ پن تو ہوتا ہے
بادشاہی نہ یوں کوئی تیاگے

وصل کا اہتمام ہے طارقؔ
بے سبب مجھ کو یوں نہیں لاگے

☆☆☆

☆

جاتے جاتے جو کوئی مڑ کے اشارا ڈھونڈے
ڈوبتا شخص ہے ، تنکے کا سہارا ڈھونڈے

اس نے مجھ سے جو توقّع نہیں رکھّی کوئی
ناؤ اس کی ہے شکستہ ، تو کنارا ڈھونڈے

عشق ، دیوانگی یوں ہی تو نہیں کہلائے
ہو اگر دل کا مرض ، کون ہے چارا ڈھونڈے

زندگی کا یہی مقصد ، یہی محور جب ہے
پیار کی ایک نظر ، عشق کا مارا ڈھونڈے

شبِ دیجور میں صحرا کا مسافر ، تنہا
راستہ بھولے تو پھر ، کوئی ستارا ڈھونڈے

دل دیا ہے تو سمجھتا ہے ، کِیا ہے احساں
چاہیئے اُس کو ، کہ وہ مغز ادھارا ڈھونڈے

اس نے جانا ہے تو جائے مگر اک کام کرے
آدمی کوئی وہاں جا کے ہمارا ڈھونڈے

اک نظر دیکھ کے جو درد کا درماں کر دے
کوئی اُس شخص کو دنیا میں خدا را ڈھونڈے

طارقؔ اک عام سا بندہ ہے ، اسے بتلا دو
وہ یہاں آ کے کوئی راج دُلارا ڈھونڈے

☆☆☆

☆

الفت کے تقاضے جو نبھانے نہیں آئے
مجبوریِٔ حالات ، بتانے نہیں آئے

ساقی کو پلانے کا بہت شوق ہے لیکن
خُم آنکھوں ہی آنکھوں میں لُنڈھانے نہیں آئے

شیریں نہ سخن ہو تو سنے کوئی بھلا کیوں
ویسے تو یہاں ، شعر سنانے نہیں آئے

جب دل میں نہ باقی ہو کوئی یاد وطن کی
لکھنے کبھی شاعر کو ترانے نہیں آئے

یادوں کے سمندر میں جو غوطے بھی لگاؤ
اک بار جو گزرے ہیں ، زمانے نہیں آئے

پیراک ہیں دریاؤں کی طغیانی سے کھیلیں
طوفان کی موجوں میں نہانے نہیں آئے

مہمان کی خاطر سبھی دروازے کھُلے ہیں
ہم غیروں سے ملنے کے بہانے نہیں آئے

قربانیاں دیتے رہے نکلے تھے سفر پر
رستے میں کہاں مذبحہ خانے نہیں آئے

طارقؔ یہی سن کر تو مری آنکھ کھلی ہے
آئے ہیں یہاں کون جو جانے نہیں آئے

☆☆☆

☆

مہمان کے قدموں کو کوئی روک رہا ہے
مہمان نوازی کے لئے دل تو بچھا ہے

اک ہجر کی تکلیف بھی دیکھی تھی مگر اب
فرقت کا جو غم ہے ، بڑی مشکل سے سہا ہے

اس کو بھی تو ملنے کا تمہیں شوق تھا لیکن
حالات کے ہاتھوں کوئی مجبور ہوا ہے

تڑپے گا تو ملنے کو چلا آئے گا خود ہی
وہ جس کے مقدّر میں لکھی تیری لقا ہے

مانا کہ بہت لوگ مرے دل میں بسے ہیں
چاہت جو تری ہے تو وہ ان سب سے سوا ہے

اے کاش کہ الفاظ میں ڈھل سکتی محبّت
شیرینئ جذبات میں ہر حرف رچا ہے

لیکن مجھے پیارا ہے وہی سب سے ہے پیارا
میرے لئے جس نے تجھے محبوب کیا ہے

طارقؔ تجھے حالات نے صیقل کیا تب ہی
عرفان یہ پایا کہ ، ترا زندہ خدا ہے

☆☆☆

☆

رواج ایسے بھی اپنائے گئے ہیں
گلے میں طوق پہنائے گئے ہیں

زمانے کے عجب اطوار دیکھے
ہمیں کچھ اور بتلائے گئے ہیں

گناہوں کو کہاں ہم ساتھ لائے
ہوئے پیدا تو نہلائے گئے ہیں

ہمیں بھیجا گیا ہے پاک کر کے
کہ دے کر غسل دفنائے گئے ہیں

یہ دنیا کھیل سمجھی یا تماشا
کھلونے دے کے بہلائے گئے ہیں

بہانہ کیا کرے کوئی یہاں پر
جو بھٹکے ہیں وہ سمجھائے گئے ہیں

ہمیں جانے پہ کب قدرت ہے حاصل
کہاں آتے تھے ، ہم لائے گئے ہیں

اسی دنیا میں جنّت اور جہنّم
یہیں پر امتحاں پائے گئے ہیں

ہوئے ماں باپ رخصت تب یہ سمجھے
ہمارے سر سے اب سائے گئے ہیں

کوئی موسم نہیں بھاتا ہے طارقؔ
کہاں پیارے وہ سب ، ہائے گئے ہیں

☆☆☆

☆

اک عِجز ہی بلند مری شان کر گیا
جو میرے سارے امتحاں ، آسان کر گیا

ڈالی کسی نے ایسی نظر التفات کی
جتنی محبّتیں تھیں سبھی دان کر گیا

عادت سی پڑ گئی تھی کہ آئے گا بادشاہ
آیا نہیں تو شہر کو ویران کر گیا

اک دوست دیکھ کر اسے لہروں کے دوش پر
اس کو سنا تو جان بھی قربان کر گیا

سایہ تھا ایک زندگی میں ابر کی طرح
برسا تو خشک زیست پہ احسان کر گیا

جو شخص نیک نیّتی سے آیا اس طرف
حق بات کیا ہے جھوٹ ہے کیا ، جان کر گیا

سچ بولنے کا ایسا عدو پر اثر ہوا
آخر کو سُن کے بات ، مری مان کر گیا

مل بیٹھتے تو کیسے انا اپنی چھوڑ کر
جب فاصلہ تھا درمیاں ، شیطان کر گیا

طارقؔ درود اس پہ سدا بھیجتے رہو
آ کر جو وحشیوں کو بھی انسان کر گیا

☆☆☆

☆

کچھ سنا جائے ، کچھ کہا جائے
یونہی خاموش کیوں رہا جائے

اس کے قدموں پہ پاؤں رکھتے ہیں
دیکھتے ہیں کہاں شہا جائے

جب بھی آئے ہماری یادوں میں
اشک آنکھوں سے وہ بہا جائے

ہو جو چنگاری آگ ہو موجود
ابتدا ہی سے ، انتہا جائے

بات ہوتی ہے جب گناہوں کی
کیوں پسینے میں دل نہا جائے

دل پہ بیتی ہے عشق میں کیا کچھ
کیا کہا جائے یا سہا جائے

داستاں عشق کی کہیں سن کر
آسماں تک نہ قہقہہ جائے

لذّتِ عشق ہو بیاں کیونکر
طارقؔ اس کی نہ اشتہا جائے

☆☆☆

☆

مستور ہر جمال سے آگے ہے اک جہاں
ہر شک کے احتمال سے آگے ہے اک جہاں

رنج و شکست ، حصۂ تصویرِ دو جہاں
پیوستہ ہر زوال سے آگے ہے اک جہاں

ہر با ثمر شجر بنا رحمت کا اک نشاں
ہر شاخِ نونہال سے آگے ہے اک جہاں

حد آسماں کی وسعتوں کی سوچنا گماں
ہر ذرّۂ سفّال سے آگے ہے اک جہاں

شمس و قمر ستارے فلک پر جو کہکشاں
ہر نورِ بے مثال سے آگے ہے اک جہاں

گرچہ نہیں ہے کوئی عبادت بھی رائیگاں
آباد جان و مال سے آگے ہے اک جہاں

ہونٹوں کو پنکھڑی کہیں، ابرُو ہوں یا کماں
یارانِ خوش خصال سے آگے ہے اک جہاں

اک اور جسم بھی ملے ، جاتی ہے جب یہ جاں
پوشیدہ قیل و قال سے آگے ہے اک جہاں

طارقؔ گمان و وہم سے بڑھ کر ملے نشاں
ہر وسعتِ خیال سے آگے ہے اک جہاں

☆☆☆

☆

یہ رمزِ ہستی سمجھ میں نہ جب تلک آئے
ہو ظرف تنگ تو ، پیمانہ پھر چھلک آئے

ہوئی ہے خشک زمیں ، آفتاب جلتا ہے
ہے انتظار ، لئے ابر اب ، فلک آئے

یہ کر رہا ہے دلوں پر اثر سبب ہے کیا
ترے سخن میں ترے دل کی اک جھلک آئے

ہم اس لئے بھی نہیں دیکھتے ترا چہرہ
کہ ہم نے دیکھے ہیں موتی سرِ پلک آئے

تمہارا ذکر کبھی اس لئے نہیں کرتا
کہیں نہ آنسو کوئی آنکھ سے ڈھلک آئے

نقاب رُخ سے تُو ، کیا اس لئے اٹھاتا ہے
نظر تجھے مری چاہت کی بھی *للَک آئے

لُٹا کے اپنوں کی جاں ، بیٹھے راہ تکتے ہیں
دلاسہ دینے کو طارِقؔ ، کوئی مَلَک آئے

*للَک: تمنّا، آرزو، امنگ، شوق، چاؤ

* * *

☆

دوست دشمن یہاں سب ایک برابر نکلے
چاہنے والے سبھی تیرے ، سراسر نکلے

روشنی چاند کی آئی ہے میسّر جس کو
کون کہتا ہے کہ تاریک مقدّر نکلے

وہ جو گہنائے گا ، بتلایا گیا تھا پہلے
دیکھنے چاند بہت لوگ تھے چھت پر نکلے

طعنہ دیتے تھے اسے ، ختم یہ ہو جائے گا
اس کے دشمن تھے ، وہی بعد میں ابتر نکلے

شبِ تاریک میں رستہ کوئی دیکھے کیسے
آپ کہتے ہو کوئی ماہ ، نہ اختر نکلے

مل ہی جاتی ہے اسے منزلِ مقصود اگر
ڈھونڈنے راستہ گھر سے کوئی باہر نکلے

کیسے کہہ دوں ، اسے مل کے نہیں مایوس ہوا
جب خیال اس کے مری سوچ سے کم تر نکلے

طارِقؔ اس راہ پہ چلنے کو ہیں تیّار بہت
کوکھ سے چرخ کی تابندہ جو رہبر نکلے

☆☆☆

☆

آنکھوں آنکھوں میں بیاں ساری کہانی ہو گئی
پھر نہ جانے کیوں جہاں کو بد گمانی ہو گئی

وعدۂ دیدار حصّے میں ہمارے آگیا
جبکہ موسیٰ کو تھی حائل لن ترانی ہو گئی

گفتگو ہوتی ہے اس سے بے خطا ، صبح و مسا
باعثِ اکرام جب سے بے زبانی ہو گئی

محوِ حیرت اک جہاں میرے سخن کو دیکھ کر
میری شہرت کا سبب ، اِس کی روانی ہو گئی

معرفت مجھ کو ملی ہے میرے رہبر کے طفیل
فضل ہے رب کا جبلّت ، نکتہ دانی ہو گئی

ملّتِ اسلام کی کیونکر حفاظت ان سے ہو
دے کے جو فتوٰی یہ سمجھیں ، پاسبانی ہو گئی

اک شہنشاہِ عرب ، اک عاشقِ صادق کا عشق
اور لوگوں کی کہانی تو پرانی ہو گئی

طارِقؔ اب اس دور میں کس کو کرو گے رہنما
یوں کہو جو چاہتے ہو ، ترجمانی ہو گئی

☆☆☆

☆

ہو گفتگو میں دوست اگر تیز ، ہی بھلا
کرتا ہے جو دعا تو وہ شب خیز ہی بھلا

فرقت کے بعد وصل کی صورت نہ ہو جہاں
ایسے تعلّقات سے ، پرہیز ہی بھلا

غاصب انہیں کہیں پہ ہے حق بات تو یہی
انصاف گر ملے ہے تو انگریز ہی بھلا

رندوں سے میکدوں کے مسائل ہی پوچھئے
رنگیں معاملات میں رنگریز ہی بھلا

کارندہ کوئی اپنا حکومت میں چاہئے
ان کو تو کِبر میں بڑھا ، پرویز ہی بھلا

کیا فائدہ جو وسعتیں صحرا کی ہوں نصیب
رقبہ اگرچہ کم ہو پہ ، زرخیز ہی بھلا

قدرت نے ہم کو جو دیا رہبر ہے تیز گام
چلنے کو دے رہا ہے جو مہمیز ، ہی بھلا

جو بادشاہِ وقت ، تہجّد گزار ہو
ہر شخص یہ کہے شہِ تبریز ہی بھلا

کوشش ہو امن و آشتی کے ساتھ سب رہیں
میدانِ جنگ ہو نہ جو خونریز ہی بھلا

طارقؔ ہو تَفرقے کا نتیجہ یہی ہمیش
جھگڑے ہوں جب فروع پہ ، چنگیز ہی بھلا

☆☆☆

☆

کہاں تھا حوصلہ ، ملنے کی آرزو کرتے
گُمان ہی میں نہ تھا ، تجھ سے گفتگو کرتے

جھلک جو دیکھی ہے تیری تو اب ، تمنّا ہے
کہ حالِ دل کا بیاں ، تیرے روبرو کرتے

ترے جو حسن کا ادراک ہم کو ہو جاتا
تو زندگی میں فقط تیری جستجو کرتے

ترا خیال ہی رہتا کہیں بھی ہم جاتے
ہر اک سے تذکرہ تیرا ہی کُو بہ کُو کرتے

وہ جن کو تجھ سے ذرا بھی نہ تھی شناسائی
بہت سے لوگوں کو دیکھا ہے اللہ ہُو کرتے

بہت سے تھے جنہیں حسرت تھی تجھ پہ قرباں ہوں
کہ تجھ سے پیار نبھانے کی کاش خُو کرتے

نماز ایک بھی شاید ادا نہ کر پائے
اگرچہ عمر کٹی ان کی ہے وضو کرتے

ضمیر اپنا بھی تو آئینہ دکھاتا ہے
وہ اس کے سامنے ہی خود کو سرخرُو کرتے

ہماری کاش اے طارِقؔ ، یوں زندگی ہوتی
خدا جو چاہتا ہم سے وہ ، ہُو بہ ہُو کرتے

☆☆☆

☆

چمن اداس ہیں اب تتلیاں کہاں جائیں
درخت جلنے لگے ، آشیاں کہاں جائیں

عیاں ہیں زخم جو ، مرہم انہیں لگا بھی دو
جو درد دل میں کہیں تھے نہاں ، کہاں جائیں

لگی جو آگ تھی بارش میں بجھ گئی ہو گی
ہمالہ دل میں ہیں شعلہ فشاں ، کہاں جائیں

وہ برف پوش پہاڑوں میں جا چھپا ہو گا
تو اُس کو ڈھونڈنے یہ وادیاں کہاں جائیں

زمیں ہے گھومتی اور دوش اُن پہ آتا ہے
ستارے لے کے بھلا آسماں کہاں جائیں

کھُلا جب ایک ہی تیرا ہے در ، مری خاطر
مجھے بتا مری آہ و فغاں کہاں جائیں

بہار آئے تو رُخ ہو اِدھر ہواؤں کا
خزاں کے موسموں میں گلستاں کہاں جائیں

ہمارے کانوں میں آتی تو ہے صدائے حرم
لئے دلوں میں یہ عشقِ بتاں کہاں جائیں

انہیں بہشت کے ہونے پہ ہے یقیں طارِقؔ
مگر گمان ہے ان کو ، وہاں کہاں جائیں

☆☆☆

☆

جانے کس کس کو دعا دی ہم نے
جب ترے در پہ صدا دی ہم نے

جب کبھی یاد تری آئی ہے
رات آنکھوں میں بِتا دی ہم نے

لوگ عادی ہوئے ہیں ظلمت کے
ہے گلِہ شمع ، جلا دی ہم نے

آگ میں اپنی ہی وہ جلتے ہیں
اور کہتے ہیں ہوا دی ہم نے

چُور زخموں سے ہوا ذہن مگر
مرہمِ صبر ، لگا دی ہم نے

تھے بلا نوش وہ جو ہاتھ آئی
مئے عرفان ، پلا دی ہم نے

اس کی ہستی کا ہی تھے ہم نقطہ
دیکھ لی موت کی وادی ہم نے

دیکھ کر تجھ کو ہی تو ہر جانب
کر لیا آنکھوں کو عادی ہم نے

آئینہ سامنے کر کے طارِقؔ
سب حقیقت ہے دِکھا دی ہم نے

☆☆☆

☆

نئی تحریر لکھنے کو کئی عنوان باقی ہیں
صحیفے نشر کرنے کو ابھی میدان باقی ہیں

فتوحاتِ زمانہ صرف باتوں سے نہیں ہوتیں
عمل کا جب ہوا فقدان ، کب ایمان باقی ہیں

ہیں تپتی دھوپ میں جھلسے بڑی مدّت سے ویرانے
وہ پھوٹے جس سے زمزم ، دل میں کب ہیجان باقی ہیں

ہے اب بھی منتظر جلوے کا ، کوہِ طور سینا میں
جہاں نازل ہوا قرآں ، حرا ، فاران باقی ہیں

فلک نے ابر برسایا ،ہے رحمت کی گھٹا چھائی
نئی کھیتی اگانے کو بہت کھلیان باقی ہیں

سفر کرتے ہوئے منزل کی جانب بڑھ رہے ہیں ہم
ہوئے طے مرحلے مشکل ، بس اب آسان باقی ہیں

نکل آیا ہے سورج روشنی ہے اس طرف آؤ
بتانا ہے ضروری ان کو جو انجان باقی ہیں

خدا کا نام لینے پر گرفتاری تو کرتے ہو
مگر کتنے بھرو گے ، کیا ابھی زندان باقی ہیں

گلا گھونٹا بہت سی بند کر دیں تم نے آوازیں
مگر اب بھی پرندے ہیں جو خوش الحان باقی ہیں

☆☆☆

☆

جو دلِ نا سپاس رکھتے ہیں
وہ نظر نا شناس رکھتے ہیں

ابر برسے تو ہو بھلا اس کا
ہم تو صحرا ہیں ، پیاس رکھتے ہیں

زندگی دینے والے سے سب ہی
مرتے مرتے بھی آس رکھتے ہیں

بچ گئے وہ رکھیں جو امّیدیں
مر گئے وہ جو یاس رکھتے ہیں

چاہتے ہیں نگاہِ شوق پڑے
خود کو جو بے لباس رکھتے ہیں

ایک دن جب سبھی نے مرنا ہے
خود کو کیوں بد حواس رکھتے ہیں

وہ جو صحبت میں نُور کی بیٹھیں
کچھ نہ کچھ انعکاس رکھتے ہیں

مسکرا کر نہ ٹالئے دعوت
سامنے التماس رکھتے ہیں

یہ بھی ان کی عنایتوں میں ہے
جو ہمیں اپنا داس رکھتے ہیں

جانتے ہیں خلوص وہ دل کا
اس لئے آس پاس رکھتے ہیں

ہم سے خوشیاں ملیں انہیں طارقؔ
وہ جو ہم کو اداس رکھتے ہیں

☆☆☆

☆

کیا تھا بتا قصور ، نظر گر بھٹک گئی
چہرہ عیاں ہوا جہاں چلمن سرک گئی

پوچھا کیا تھا حدِّ نظر تک نگاہ نے
جانا اسے تو سوچ بہت دور تک گئی

ہم کو نہ دوش دو کہ مسافر تھے ہم غریب
جس پر بھی ہم چلے ، اسی کے گھر سڑک گئی

دل ، اس کا ذکر آیا تو قابو نہیں رہا
ہاں مانتے ہیں آنکھ ہماری چھلک گئی

شہرت زمانے بھر میں ہوئی اس کے نور کی
دنیا بھی دیکھنے کو فقط اک جھلک گئی

دیکھا نظر نے ڈھونڈنے کو کوئی نقص جب
پایا نہ عیب کوئی یہاں تک کہ تھک گئی

سمجھایا ہم نے ہر طرح مضمونِ عشق کو
سمجھا نہ سُوئی اس کی تھی اک جا اٹک گئی

پوشیدہ اس سے کب رہی تھی دل کی کشمکش
طارقؔ تو خوش ہوا مری قسمت چمک گئی

☆☆☆

☆

رستے میں تیرے حائل ، دریا پُر آب دیکھے
صحراؤں میں سے گزرے ، کتنے سراب دیکھے

یادوں نے آ کے تیری یہ حال کر دیا ہے
راتوں کو نیند غائب ، دن بھر ہیں خواب دیکھے

یہ دور اک نیا ہے ، پڑھتا نہیں ہے کوئی
فرصت نہیں کسی کو اب تو ، کتاب دیکھے

تیرا ہے جو تصوّر ، پہچان ہی نہ پائے
تُو اس کو روبرو بھی گر بے نقاب دیکھے

گزرے جوانی جلدی ، آتا ہے جب بڑھاپا
کوئی نہ اپنا مُڑ کے عہدِ شباب دیکھے

جتنی ہیں داستانیں ، دھرتی کی ہیں امانت
تاریخ نے بگڑتے کتنے نواب ، دیکھے

باریک بیں نظر ہے طارِقؔ اگر کسی کی
قدرت نے جو چنا ہے وہ انتخاب دیکھے

☆☆☆

☆

لگا ستائشِ ہر دو جہاں میں رہتا ہے
سنا ہے خود وہ کہیں لا مکاں میں رہتا ہے

وہ مجھ سے خوش ہے تو ناراض ہو نہ جائے کہیں
اسی سبب سے یہ دل امتحاں میں رہتا ہے

یقیں ہے سن کے مدد کو مری وہ آئے گا
اثر ابھی مری آہ و فغاں میں رہتا ہے

نشان مانگنے والوں کو کب یقیں آیا
دھیان ان کا جو تازہ نشاں میں رہتا ہے

جو سنتے رہتے ہیں اعلیٰ کلام ہم اس کا
تو ذائقہ وہی شیریں ، زباں میں رہتا ہے

سناؤں قصّۂ دل اور اس کا ذکر نہ ہو
تو باقی کیا مزہ پھر داستاں میں رہتا ہے

مجھے بھی ہاتھ ملانے کا ہے شرف حاصل
یوں اس کا لمس مرے جسم و جاں میں رہتا ہے

جو پوچھتے ہو کہ طارقؔ ہے اس طرح گُم کیوں
نہاں کبھی کبھی یارِ نہاں میں رہتا ہے

☆☆☆

☆

نہ جانے راہ میں کیونکر اڑان چھوڑ گیا
کہ شغلِ دہر میں تیرا دھیان چھوڑ گیا

رفاقتوں کا اسے اس قدر بھی پاس نہ تھا
زمین آئی نظر ، آسمان چھوڑ گیا

اسے تلاش تھی پھولوں کی ، توڑ کر ان کو
مرے لئے وہ فقط پھول دان چھوڑ گیا

کوئی تو سائے میں خطرہ اسے نظر آیا
کہ تپتی دھوپ میں وہ سائبان چھوڑ گیا

ہوا نے زور لگایا تھا رُخ بدلنے کو
سمجھ کے کوئی کھلا بادبان چھوڑ گیا

بتاؤ اس کو ، نہ تیکھی نگاہ سے دیکھے
چلا کے تیرِ نظر ، نیم جان چھوڑ گیا

ہے تیرا واہمہ ، آسیب تجھ کو لگتا ہے
ترے لئے ہی وہ خالی مکان چھوڑ گیا

ترے لئے تو بسائی تھی اس نے یہ دنیا
ہُوا یہ کیسے ترا مہربان چھوڑ گیا

خدا جو قوم سے ناراض ہو گیا طارِقؔ
تو حکمراں وہاں مطلق عنان چھوڑ گیا

☆☆☆

☆

میرے الفاظ سمجھ ، ان کو معانی دے دے
کوئے جاناں میں سنانے کو کہانی دے دے

مجھ کو ماضی کے سہارے ابھی کچھ جینا ہے
پاس رکھنے کو ، کوئی یاد پرانی دے دے

حافظہ میرا ہے ساتھی مری تنہائی کا
جب بھی لکھتا ہے قلم اس کو روانی دے دے

سوچتا رہتا ہوں جھانکوں جو کبھی ماضی میں
وقت ، گزری ہوئی اک شام سہانی دے دے

کب تلک کرتا رہوں گا میں سفر خشکی کا
منتظر ناؤ ہے ، دریاؤں کو پانی دے دے

اس نئے دور میں آگے مجھے بڑھنا ہو گا
وہی افکار ، مری سوچ پرانی دے دے

اتنی کمزور محبّت تو نہیں یہ کہہ دوں
میرا دل اب مجھے واپس مرے جانی دے دے

رنگ و خوشبو سے مجھے مست رکھے دن کو گلاب
کیسے بھولوں جو مہک رات کی رانی دے دے

طارِقؔ امّید نہ رکھنے کو سمجھنا ! ،کوئی
ہاتھ میں جیسے بڑھاپے کے جوانی دے دے

☆☆☆

☆

اثر نہ مجھ پہ ہوا جب کوئی زمانے کا
تو کیسے سوچتا ملنے کے اک بہانے کا

کواڑ دونوں کھلے دیکھ کر یہ لگتا ہے
کہ منتظر ہے ترا دل کسی کے آنے کا

یہ خوف دل پہ مرے کیوں سوار رہتا ہے
کہ ہو نہ جائے کہیں وقت یاں سے جانے کا

یہ اور بات ہے دل گر اچاٹ ہے تیرا
کسی نے کھول کے رکھا ہے منہ خزانے کا

نہ پا سکا جو اسے تو نے کی نہیں ہمّت
تجھے تو خوب ملا موقع اس کو پانے کا

نگاہ خیرہ ہوئی تو ہزار جلووں سے
مجھے خیال ہی آیا نہ دل لگانے کا

تجھے ہے عشق سے فرصت نہ کام کرنے کی
وسیلہ ڈھونڈ کوئی اور اب کمانے کا

میں سوچتا ہوں وہ طارِقؔ کہیں جو مل جائے
کروں گا شکریہ ، اُس کا ، میں رہ بتانے کا

☆☆☆

☆

کیا لطف سیدھی سادھی محبت میں آئے گا؟
یہ دل کہاں کسی کی اطاعت میں آئے گا؟

عاشق کو کچھ بہکنے کا حق بھی تو چاہیے
یوں ہر قدم پہ کیا یہ شرافت میں آئے گا؟

کچھ تو دلوں میں شعلۂ غم چاہیے مگر
سب کچھ کہاں یہ ضبط کی حالت میں آئے گا؟

کس کو خبر کہ درد میں لذت بھی ہے کوئی
کیا راز یہ فقط تری قربت میں آئے گا؟

دنیا کے ساتھ دل بھی بدلتا ہے رنگ اپنا
دیکھیں کہ دل کہاں تری عادت میں آئے گا؟

☆

کسی کو دوش دینا ناروا ہے
جسے پوچھیں وہی یاں پارسا ہے

اٹھیں مدہوش ہو کر لوگ کتنے
الگ سب سے محبّت کا نشّہ ہے

ڈھلے سانچے میں آدم جیسے ڈھالو
نہ جانے کیسی مٹّی سے بنا ہے

جسے ہاتھوں سے اپنے ہے بناتا
سمجھتا اس کو پھر کیونکر خدا ہے

ہوا انسان ہی انساں کا دشمن
جو شیطاں چاہتا تھا وہ ہوا ہے

مسافر کو تو منزل پر ہے جانا
چلے وہ ، گر کٹھن بھی راستہ ہے

بجھانے کے ہوئیں درپے ہوائیں
مرے ہاتھوں میں روشن اک دیا ہے

ہے کڑوا تو نگلنا ہے یہ مشکل
مگر طارِقؔ ، کہا جو سچ کہا ہے

☆☆☆

☆

جنگ کے شعلے ہوں مدّھم ، امن کی کچھ بات ہو
مل کے سب بیٹھیں اگر ، یہ ختم لمبی رات ہو

کون ہے رکھتا نہیں جو اپنے مطلب کو عزیز
جانتا ہے کون کس کا سازشوں میں ہاتھ ہو

ایک حل یہ بھی تو ہے جھک جائیں اس کے سامنے
سب کا ہی مسجُود واحد ، بس خدا کی ذات ہو

اپنے اپنے طور پر کوشش کریں باہم سبھی
کام ہوتے ہیں تبھی ، حاصل جو سب کا ساتھ ہو

ہاتھ پاؤں مار لینے سے کوئی بچتا نہیں
سب اسی کوشش میں ہوں جب دوسرے کو مات ہو

وہ بھلا جیتے گی کیا طاقت الگ رہ کر کبھی
جب نفی کے بالمقابل ایک ہی اثبات ہو

وحشیوں سے کام ، آدم کو کہاں دیتے ہیں زیب
کیا نہیں جنگل جہاں ہر روز مُکّا ، لات ہو

دست بستہ معذرت کرتا ہے طارِقؔ ، گر یہ بات
باعثِ سمع خراشی ، خاطرِ حضرات ہو

☆☆☆

☆

اے خدا کیسے یہ دن آئے ترے اسلام پر
ہو رہے ہیں شرک اور بدعت نبی کے نام پر

کیسی کیسی حرکتیں مولود کہہ کر کی گئیں
سر کو پیٹے، اب تو شیطاں مولوی کے کام پر

سیرتِ نبوی کی کوئی بات بھی ہوتی نہیں
حور ، بے پردہ سی اک عورت سجائی بام پر

ناچتے ہیں اور بھنگڑا ڈالتے با رِیش ہیں
سر کو پیٹیں یا ہنسیں ہم ان کی عقلِ خام پر

قافلہ میلاد کے جو نام پر گھر سے چلا
لوگ سمجھے ہے عقیدہ ان کا سب اوہام پر

کاش اسوہ پر نبی کے بھی عمل ہو جائے کچھ
تا کہ پھر شکوہ کسی کو ہو نہ جشنِ عام پر

خوبیاں اپنے نبی کی اس طرح اپنائیں ہم
ہوں فدا پھر لوگ خود اس کے جمالِ تام پر

سب سے اعلیٰ سارے نبیوں میں دیا اس کو مقام
کر دیا قرآں میں واضح ، تا نہ ہو ابہام پر

بھیجتے ہیں جب فرشتے اور خدا اس کو سلام
بھیج کر ہم بھی درود اس پر ، چلیں اسلام پر

☆☆☆

☆

مصرعِ طرح

" رو پڑا وہ آپ مجھ کو حوصلہ دیتے ہوئے "

غزل

اس کو مل جائے شفا ، چاہا دوا دیتے ہوئے
پھر اسے رخصت کِیا سب نے دعا دیتے ہوئے

راستے میں تھک گیا تھا، خود بھی لیکن تیز گام
ساتھ میرے، وہ چلا تھا حوصلہ دیتے ہوئے

وہ شکستہ دل تھا لیکن مسکراہٹ کیا کہیں
درد میں بھی ہنس رہا تھا ، مشورہ دیتے ہوئے۔

زخم دل کے اور بھی گہرے ہوئے اُس رات پھر
جب ہوا ، خاموش وہ یارو ! صدا دیتے ہوئے

کیا عجب تھا حال اُس کا، کس قدر تھا بے قرار
ڈھل گیا وہ اشک میں سب کو دعا دیتے ہوئے

اُس کی آنکھوں میں تھا اک ساگر دُکھوں کا بے کراں
ڈوبتے تھے خواب سارے راستہ دیتے ہوئے

مسکراہٹ سے نمی آنکھوں کی ہوتی ، کیا نہاں
" رو پڑا وہ آپ مجھ کو حوصلہ دیتے ہوئے "

بھول کر وہ درد سارے ،فکر میں میری رہا
میرے زخموں کو شفا کا آسرا دیتے ہوئے

چاہتا تھا بھولنا وہ دکھ بھری اک زندگی
رو بھی پڑتا تھا کبھی طارِقؔ ، ہنسا دیتے ہوئے

☆☆☆

☆

زیست جو مُستعار دیتا ہے
خود ہی دل کو قرار دیتا ہے

ترک کر دو اگر گلے شکوے
زندگی وہ سنوار دیتا ہے

رات تاریک ہے بھلی لگتی
جب وہ خوابوں میں پیار دیتا ہے

چاندنی رات میں خیالوں کا
اک تماشا نکھار دیتا ہے

بُجھتی شمع کی بھی یہ لمسِ ہوا
پھر سے لَو ، کو اُبھار دیتا ہے

بے خودی میں بھی وصل کا اک پل
یاد بن کر خمار دیتا ہے

بے سبب مسکراتا رہتا ہوں
کوئی یوں ہی پُکار دیتا ہے

اک مسافر ہوں چل رہا ہوں میں
کیوں یہ ماضی غبار دیتا ہے

دوریوں کے حصار میں طارِقؔ
کون نظریں اتار دیتا ہے

☆☆☆

☆

آسماں پر پڑے ، کمند نہیں
حوصلہ ہی اگر بلند نہیں

سر یونہی سنگ پر نہ دے مارو
دل کسی کا جو درد مند نہیں

نالہ بہتا ہے ابر جب برسے
روکتا اس کو کوئی بند نہیں

دھیرے دھیرے مزاج بدلے گا
اوّل اوّل ، بڑی زقند نہیں

اس کی شیریں زباں پہ مت جاؤ
زہر باتوں میں ہے یہ قند نہیں

میں نے دل خوں کیا ہے شعروں میں
شعر کس کو مرے پسند نہیں

سب سخن فہم جو نہیں طارِقؔ
دوڑتا ، عقل کا سَمَند نہیں

☆☆☆

☆

یہ جہاں تم کو ، ہمیں اگلا جہاں اچھا لگا
بیچ کا جو فاصلہ تھا وہ کہاں اچھا لگا

چاہتے کب تھے کہ جانے وہ ہوا کیا حال ہے
حالِ دل اس پر ہوا ہے جب عیاں اچھا لگا

جانتا ہوں اس کو میری سوچ کی پروا نہیں
کب اسے لیکن مرا عشقِ بتاں اچھا لگا

ناز کی پھولوں کی ، اس پر ہو گئے وہ بے نقاب
باغباں اچھا لگا ، جب گلستاں اچھا لگا

جانے کیسے ہو گئی ہے ساری دنیا کو خبر
مجھ پہ جو ظاہر ہوا سرِّ نہاں اچھا لگا

میں وفا میں استواری کا رہا قائل جو تھا
اپنے بارے میں اسے میرا گماں اچھا لگا

چاہتوں میں ہر کسی کا ہی الگ معیار ہے
حسن کے پیکر کو اک آشفتہ جاں اچھا لگا

عشق میں کیا حال ہو گا ، جانتا تھا کون یہ
ایک دیوانہ سا شاعر نو جواں اچھا لگا

شاعری اچھی لگی تھی کب مجھے طارقؔ مگر
شعر جب اس نے کہا ، اس کا بیاں اچھا لگا

☆☆☆

☆

سوچا نہ تھا کسی پہ محبت میں آئے گا؟
یہ دل کہاں کسی کی اطاعت میں آئے گا؟

عاشق کو کچھ بہکنے کا حق بھی تو چاہیے
یوں ہر قدم پہ کیا یہ نجابت میں آئے گا؟

کچھ تو دلوں میں شعلۂ غم چاہیے مگر
سب کچھ کہاں یہ ضبط کی حالت میں آئے گا؟

کس کو خبر کہ درد میں لذّت بھی ہے کوئی
کیا راز یہ فقط تری قربت میں آئے گا؟

دنیا کے ساتھ اپنا بدلتا نہیں یہ رنگ
یہ دل کسی پہ کب تری فرقت میں آئے گا

میدان میں اترنے کی ہمّت اگر نہیں
یہ دل بھی کھیل ، شوقِ ندامت میں آئے گا؟

چاہا تھا ہم نے سادگی سے وہ کرے نباہ
اس بات پر وہ کب کسی صورت میں آئے گا؟

رستے میں خواہشیں تو الجھ کے ہی رہ گئیں
کیا خواب پورا ، کل کی حقیقت میں آئے گا؟

آدم کو بھی تو دھوکہ ہوا اس نے جب سُنا
شیطان کہہ رہا تھا کہ جنّت میں آئے گا

جب تک نہ ہوں گی ہجر کی تنہائیاں نصیب
جذبہ کہاں وہ پیار کی شدّت میں آئے گا

طارقؔ ہے رِیت گر یہی، کچھ پیچ و خم بھی ہو
سچ پھر کسی کی کیسے رفاقت میں آئے گا

☆

کب زمانہ قرون دیتا ہے
ایک جینے کی جون دیتا ہے

خواب ٹوٹا تو غم ملا لیکن
دل کو اب تک سکون دیتا ہے

اس کی یادوں کا سلسلہ ہے کہیں
جو مجھے پھر جنون دیتا ہے

ضبطِ غم میں بھی ایک لذت ہے
دردِ دل بھی فسون دیتا ہے

روشنی اس کے رُخ کی کیا کہیے
چاند سا وہ سکون دیتا ہے

پوچھئے شہد کی جو مکھی کو
اتنے علم و فنون دیتا ہے

جب کبھی وہ کلام کرتا ہے
ایک جذبہ درون دیتا ہے

آگ اٹھتی نظر نہیں آتی
جب حسد دل کو بھون دیتا ہے

بہہ گیا اس قدر لہُو میرا
دیکھنا! کون خُون دیتا ہے

زخم کھا کر بھی چپ رہوں طارِقؔ
کوئی ہمّت بدون دیتا ہے

☆☆☆

☆

اُس سے کیا ہم کو واسطہ کوئی
گھر میں جو کچھ بھی کہہ گیا کوئی

اس کو اک بار دیکھنا چاہوں
جانے کیوں یہ کرے دُعا کوئی

اپنے سپنے بھی اس کے نام کئے
اب کہاں تک کرے وفا کوئی

جانتے ہی نہیں خدا کو جو
ہو گا ان کا بھی تو خدا کوئی

پھینک دو وہ بھی میری جانب ہی
تیر ترکش میں جو بچا کوئی

دیکھ کر توڑنے کو جی چاہے
گل نے پہنی ہے کیا قبا کوئی

ہر کوئی منہ چھپائے پھرتا ہے
آئی مہلک ہے کیا وبا کوئی

کیا صبا آئی گھر سے یوسف کے
لائی خوشبو ہے ، آشنا کوئی

سانپ پھینکے ہیں ساحروں نے پھر
لائے موسیٰ کا پھر عصا کوئی

زندگی جاوداں ملی اس کو
جو خدا میں ہوا فنا کوئی

مائیں بہنیں ہوئیں برہنہ سر
کیوں نہ اوڑھے یہاں ردا کوئی

ابتلا یاں ہے ، امتحان وہاں
یہ بھی عقدہ کرے تو وا کوئی

بوجھ کیوں لے چلے ہیں کاندھے پر
زندگی کی نہیں بقا کوئی

کِیا لہو سے رنگا ہے ہاتھوں کو
یہ تو لگتی نہیں حنا کوئی

ہم نے سب تیرے خواب دیکھے ہیں
خواب تجھ کو بھی کیا ملا کوئی

مجھ کو دنیا سے کیا غرض ہو گی
مجھ کو حاصل ہے جب رضا کوئی

وصل کی آرزو کریں بھی کیا
جب کہ ہم تم ہیں کیا جدا کوئی

آسماں اور راگ گاتا ہے
ایسا نغمہ نہیں سنا کوئی

حق کی آواز پھر اُٹھائی گئی
ہے دبانے پہ بھی تُلا کوئی

تیری آواز میں اثر تو ہے
آ گیا جو ، یہیں رُکا کوئی

بُو لہب کی صفات رکھتا ہے
اپنی ہی آگ میں جلا کوئی

جس کو روشن کِیا خدا نے خود
وہ بھی کیا دیپ ہے بُجھا کوئی

گونجتی ہے جو ہر گھڑی ہر پل
اور دنیا میں ہے صدا کوئی

کیا خزاں کر سکی شجر سے الگ
ہے ہرا ساتھ جو جُڑا کوئی

ہے جو بیمار، عصرِ حاضر کو
اے معالج بتا دوا کوئی

فرض کو چھوڑ ہیں نفل پڑھتے
پوچھتے ہیں کہ ہے قضا کوئی

ہم نے ہتھیار خود ہی ڈالے ہیں
ہو گی اس کی بھی تو سزا کوئی

اُس کو سجدہ کِیا ہے جب طارقؔ
بندگی کی ہے انتہا کوئی

☆☆☆

☆

سب سے دھوکہ کر کے بھی سچے وہی جانے گئے
کیوں نہ ہم سے آج تک کچھ لوگ پہچانے گئے

عشق کو گھاٹے کا سودا جان کر اہلِ خرد
چل دئے سب شہر کو ،جنگل کو دیوانے گئے

کس کو دلچسپی حقیقت سے ہے ، پڑھتے ہیں سبھی
داستانِ عشق پر لکھّے جو افسانے گئے

ڈھونڈنے سے بھی نہیں تنہائی ملتی اب کہیں
شہر کی آبادیوں کے ساتھ ویرانے گئے

یوں تو کہتا ہے رگِ جاں سے بھی ہے میرے قریب
حسرتیں کیونکر بنے ، جب شوق پہچانے گئے

راستے کے سب مسافر دیکھتے تھے ارد گرد
رہگزر کو اپنی خوشبو سے وہ مہکانے گئے

کیا عجب طارِقؔ یہاں لائے کوئی دار و رسن
جو بھی سچ بولے وہی مجرم ہیں گردانے گئے

☆☆☆

☆

رُخ پہ گر تازگی نہیں آئی
گھر میں آسودگی نہیں آئی

توڑ کر بھی انا کے سارے بت
دل کو بے چارگی نہیں آئی

روٹھنے والے بھی تو اپنے تھے
ان سے بیگانگی نہیں آئی

وہ جو عورت پہ ہاتھ اٹھاتے ہیں
ان کو مردانگی نہیں آئی

پیار کا نام دیں اسے کیونکر
جب کہ وارفتگی نہیں آئی

دل لگی ، دل لگی رہی آخر
تم کو دل بستگی نہیں آئی

عشق کا زعم تم کو ہے لیکن
تم پہ دیوانگی نہیں آئی

اس کے آنے کا اب نہیں امکاں
سن کے افسردگی نہیں آئی

سن کے گالی بھی دی دعا ہم نے
لب پہ بیہودگی نہیں آئی

عمر یوں ہی گزار دی تم نے
کچھ بھی بالیدگی نہیں آئی

یہ جو دنیا میں ہو گئی شہرت
ساری یک بارگی نہیں آئی

دُور تم سے نہیں ہے خُم خانہ
پھر بھی مے خوارگی نہیں آئی

دشت میں جو گیا اسے طارِقؔ
راس فرزانگی نہیں آئی

☆☆☆

☆

گر چاہتے ہو زندگی کا پاؤ مُدّعا
کر دو پھر اپنی ذات کو اس ذات میں فنا

سوچو اگر ہیں نعمتیں کیا کیا ہوئیں عطا
جاں بھی اگر ہے وار دی اس پر تو کیا کِیا

نقشِ دوئی کا دل میں نہ باقی ہو کچھ نشاں
دیں دل کی دھڑکنیں سبھی توحید کی صدا

اچھا ہے دوستی رکھیں دونوں سے ایک ساتھ
رضوان ہو کہ کوئے صنم کا ہو رہنما

سب مٹ گئے جو قیصر و کسریٰ کے تخت تھے
شاہ و گدا تو کیا ، کوئی باقی نہیں رہا

مل جائے گا بدن یہ تمہارا بھی خاک میں
کیا بات دوسروں سے کرے گی تمہیں جُدا

خلقِ خدا کے کام جو آؤ گے دوستو
مل جائے گی خدا کی اسی سے تمہیں رضا

" ترکِ رضائے خویش پئے مرضئِ خدا "
اس یار سے ملیں تو وہ ملتا ہے آشنا

☆☆☆

☆

جہاں دریا سمندر کو سرِ ساحل نہیں ملتا
بھٹک جاتی ہیں قومیں ، رہبرِ کامل نہیں ملتا

کمی عقل و خرد کی دیکھنے میں کب نظر آئے
مگر ڈھونڈے سے بھی جوہر کوئی قابلِ نہیں ملتا

چھپائے سانپ پھرتے ہیں بہت سے آستینوں میں
نگاہوں سے چلائے تیر جو قاتِل نہیں ملتا

مجھے الزام دیتے ہو کہ حق سے دور ہوں گویا
مرا دل چیر کر دیکھو کہیں باطل نہیں ملتا

مرے اطراف میں ہر سُو ہیں سچائی کی دیواریں
کوئی جھوٹا مرے گھر میں ہوا داخل نہیں ملتا

مرے حق میں سبھی ہوں فیصلے ، ممکن نہیں لیکن
کوئی منصف وطن میں اب مرے ، عادل نہیں ملتا

نجاست ہے اگرچہ بت پرستی ، شرک کی رسمیں
خدا کی معرفت پائے جو وہ عاقل نہیں ملتا

نظر آیا نہ عالِم اس جہاں کو چھان کر دیکھا
جو کہلاتا ہے فاضل ، علم کا حامل نہیں ملتا

بہت سے جادو ٹونہ کر بھی دیتے ہیں جہاں والے
کرے جو کارگر جادو وہی عامل نہیں ملتا

چنا تھا رہنما تجھ کو مسلماں جان کر میں نے
ترے جیسا مجھے کوئی مگر غافِل نہیں ملتا

تڑپتا ہے زبوں حالی پہ امت کی سدا طارِقؔ
غلَط ہے گر کہے کوئی یہاں بسمل نہیں ملتا

☆☆☆

☆

مژگاں سے موتیوں کو ہٹا لیجئے جناب
اشکوں سے دل نہ میرا ، چُرا لیجئے جناب

زخمی نہ کیجئے یوں نگاہوں کے تیر سے
آنکھوں کو یوں نہ سر پہ چڑھا لیجئے جناب

ہم آ گئے تھے دل میں جگہ خالی دیکھ کر
اب آ گئے ہیں دل میں بٹھا لیجئے جناب

انجام جو بھی ہو گا بھلا ہو گا سوچئے
موقع ہے آپ ، نیکی کما لیجئے جناب

کرنے کے بعد دوستی ہم سے نہ چھوڑیئے
آزادیوں کا کچھ تو مزا لیجئے جناب

ہم چپکے پڑ رہیں گے کسی کونے میں کہیں
اتنی جگہ تو دل میں بنا لیجئے جناب

بھگتیں گے ہم خوشی سے ، سنائی ہمیں گئی
جو ہم کو دی گئی نہ سزا لیجئے جناب

طارِقؔ فریب دیتی ہے دنیا ، ہیں آشنا
بدلے میں یوں جفا کے ، وفا لیجئے جناب

☆☆☆

☆

دکھائی دے گا جو سب کو نشاں نیا ہو گا
سَحَر جو لائے گا ، شمس الزّماں نیا ہو گا

جو تھک چکے ہیں سفر میں، انہیں خوشی ہوگی
وہ آ ملیں گے جسے ، کارواں نیا ہو گا

یہ دکھ جو ساتھ لیے ہم چلیں ہیں برسوں سے
کبھی تو ان کا بھی کوئی بیاں نیا ہو گا

نئے خیال میں ڈھلتی ہوئی فضاؤں میں
نہ کر گمان ترا راز داں نیا ہو گا

اندھیری رات کے دامن میں روشنی دیکھو
ہے کہکشاں تو وہی ، آسماں نیا ہو گا

عجیب حال مسافر کا ہو گا منزل پر
خوشی کے ساتھ اگر غم رواں نیا ہو گا

جہاں پہ ختم ہو رستہ، نگاہ دوڑانا
کہ نقشِ پا سے بنا اک جہاں نیا ہو گا

خزاں کے دور سے مایوس ہو نہیں جاتے
وہ وقت آئے گا جب گلستاں نیا ہو گا

نئے سفر میں ملیں گے ہمیں پرانے رفیق
نہ کوئی چہرہ پرانا، وہاں نیا ہو گا

گزر چکی جو گھڑی لوٹ کر نہیں آتی
نئے جنم میں نہ اب امتحاں نیا ہو گا

☆

ہیں اس قدر ہوئے مایوس لوگ مسجد سے
چُرا کے لے گئے فانوس لوگ مسجد سے

جسے امام نے رکھا چھپا کے دیر تلک
وہ چندہ لے گئے کنجوس لوگ مسجد سے

خدا کا گھر جو سمجھتے تھے ، لوگ ڈرتے تھے
نہ خوف اب کریں محسوس لوگ مسجد سے

خدا سے مانگنے عزّت یہاں جو آتے تھے
بچاتے دیکھے ہیں نامُوس لوگ مسجد سے

خبر جو بچوں کی آنے سے ہوتے ہیں بد نام
بہت سے جبّے میں ملبوس لوگ مسجد سے

عمل تو دور ، نہیں علم بھی ذرا ان کو
کہ منسلک ہوئے منحوس لوگ مسجد سے

خدا کرے کہ زمانہ وہ جلد پھر آئے
ملا کریں ہمیں قدّوس لوگ مسجد سے

خدا کے ذکر کی خاطر بنائی جائیں پھر
ہوں ویسے ، جیسے تھے مانوس لوگ مسجد سے

خدا کا خانہ بھی طارِقؔ ہوا ہے اب مشکوک
پکڑ کے لاتے ہیں جاسُوس ، لوگ مسجد سے

☆☆☆

☆

آدھے رستے چھوڑ کے جانا کہتے ہو غدّاری ہے
جو بھی جگ میں آیا اس کے چلنے کی تیاری ہے

خود کو انساں کہلانا یہ بھی اک ذمّے داری ہے
تم کو کیا احساس ہوا یہ بوجھ بھی کتنا بھاری ہے

" گردِ تمنّا سے آلودہ دل کی ساری گلیاں ہیں "
کوچۂ عشق میں ہر اک عاشق زخموں کا بیو پاری ہے

سپنے کون دکھاتا ہے پھر سچ کرتا ہے سپنوں کو
گردش سورج چاند زمیں کی سوچو کیسے جاری ہے

کوئی نہیں گر حادث پھر کیوں حادثے ہوتے رہتے ہیں
الٹی سیدھی سوچوں نے کیوں عقل تمہاری ماری ہے

ایک زمیں سے چشمے پھُوٹیں جب پھر حیرت ہوتی ہے
اک جانب کیوں میٹھا پانی اک جانب کیوں کھاری ہے

ایسے بھی ہیں اس کی ہستی سے ہی جو انکار کریں
پھر بھی رزق انہیں دیتا ہے ربّ کی یہ ستّاری ہے

طارقؔ ہو انکار بھلا کیوں عقل و خرد کے ہوتے بھی
اس کی حکومت ہر ذرّے پر ہر پل دیکھو جاری ہے

☆☆☆

☆

خزاں کی رت میں ، گلاب لہجے میں کیا سناؤں ؟ سوال یہ ہے
دکھوں کو سہہ کر بھی کیا ضروری ہے مسکراؤں ؟ سوال یہ ہے

ہزار لغزش پہ درگزر جو کریں وہ ملتے ہیں اب کہاں پر
جو توڑ دیتے ہیں سب تعلّق تو کیوں نبھاؤں ، سوال یہ ہے

ہے یوں تو آساں کسی کو دینا یہ مشورہ ہم کو بھول جائے
بسا ہے میرے جو دل میں ، اس کو میں کیوں بھلاؤں ، سوال یہ ہے

مزاج اس کا ، جواز اپنا ، خیال اس کا ،سوال اپنا
جواب جو بھی ملا ہے مجھ کو میں کیوں بتاؤں ، سوال یہ ہے

سنی ہیں اب تک جو گالیاں اور ہوئی ہیں مسموم جو فضائیں
لہو کے چھینٹوں سے کیوں نہ دامن ذرا بچاؤں ، سوال یہ ہے

ہیں دل تو زخمی ، پہ ہاتھ اپنے ہیں روک رکھے خدا کی خاطر
قبول ہو جو میں کیوں نہ ایسی صدا لگاؤں، سوال یہ ہے

رضا خدا کی عزیز طارِق ، اسی کی خاطر ہے جینا مرنا
کہوں گا کیا؟ گر ہے تیری مرضی تو جاں سے جاؤں ، سوال یہ ہے

☆☆☆

☆

کون تیرے بنا اداس نہیں
موسمِ وصل کس کو راس نہیں

خوش مزاجی سرشت ہے اس کی
مہرباں تم پہ کوئی خاص نہیں

رنگ اور تازگی اسی کی ہے
کیا گلابوں میں اس کی باس نہیں

ہم جئیں گے بہار آنے تک
ہم نے توڑی کبھی یہ آس نہیں

تیری دنیا سے میں نے کیا لینا
ایک تُو ہی جو میرے پاس نہیں

کھینچتی ہے قبائے گل ہر دل
ایک تُو ہی تو خوش لباس نہیں

طارِقؔ اُٹھ کر دعا یہ سجدے میں
وہ نہ کہہ دے تُو میرا داس نہیں

☆☆☆

☆

وعید اترے تو پوری ، لازمی ہر گز نہیں ہوتی
بشارت ہو تو وہ بے موسمی ہر گز نہیں ہوتی

اِنہیں ہم جس قدر بانٹیں یہ اتنا بڑھتے جاتے ہیں
محبّت کے خزانوں میں کمی ہر گز نہیں ہوتی

بڑا جھوٹا یہ دعویٰ ہے ، جو کہتے ہو ، عزیز اپنے
جو رخصت ہوں تو آنکھوں میں نمی ہر گز نہیں ہوتی

وضو کر کے جو دل کو صاف کر لیتا ہے روزانہ
تو پتھر پر کوئی کائی جمی ہر گز نہیں ہوتی

وہاں پر نامۂ اعمال ہی بس کام آتے ہیں
بناتی ہے جو عزّت ، لکشمی ہر گز نہیں ہوتی

اگر شدّت میں غصّے کی وہ قابو آ نہیں جاتا
سمجھ لو دل میں شیطاں کی رمی ہر گز نہیں ہوتی

رضا پر اپنے رب کی راضی رہنا سیکھ لے جو بھی
اسے صدمے بھی پہنچیں تو ، غمی ہر گز نہیں ہوتی

سبق ملتا ہے طارقؔ علمِ قرآں سے یہی بے شک
کوئی دنیا کی نعمت دائمی ہر گز نہیں ہوتی

☆☆☆

☆

کوئی بہکائے تو رستے سے اتر بھی جائے
وہ جو منزل پہ پہنچ جائے تو گھر بھی جائے

رنگ میلا ہو اگر دھوپ میں نکلے وہ بھی
عشق میں صبر کرے ، حد سے گزر بھی جائے

سختیاں خوف تو کر سکتی ہیں پیدا دل میں
کیسے ممکن ہے محبّت کا اثر بھی جائے

جستجُو خوب سے ہے خوب کی باقی دل میں
دیکھ لیں دنیا تو یہ شوقِ سفر بھی جائے

حسن بن ٹھن کے نکلتا ہے اُسے دکھلانے
آئینہ اس کو جو دیکھے تو سنور بھی جائے

وہ جو اس جسم کی سرحد سے پرے رہتا ہے
کوئی تو اس کی خبر لینے اُدھر بھی جائے

ظلم کچھ ایسے روا رکھے ہیں ان ہاتھوں نے
شرم رکھتا ہو جو انسان تو مر بھی جائے

اس لئے ہم نے بھی امید لگا رکھّی ہے
ظرف گر کم ہو تو پیمانہ وہ بھر بھی جائے

منتظر بیٹھے ہیں اس راہ میں کب سے طارِقؔ
ہم فقیروں کی طرف اس کی نظر بھی جائے

☆☆☆

☆

کس نے سن! آ کے ترے در پہ دُہائی دی ہے
دل کی دھڑکن ، "مرا ربّ "، کہتی سنائی دی ہے

ہے ترے ہاتھ نے کی ، کون و مکاں کی تخلیق
کون ہے جس کو کبھی تُو نے خدائی دی ہے

دل ہے انسان کا ، وہ عرش تُو جس پر اترا
تیری صورت کسے آنکھوں سے دکھائی دی ہے

وہ جو اِخلاص سے در پر ترے جھک جاتا ہے
تُو نے اس شخص کو ہر دکھ سے رہائی دی ہے

تیری نظروں میں ہمیشہ وہی ٹھہرا ہے غنی
جس نے اوروں کے لئے اپنی کمائی دی ہے

تیری پہچان نے چوروں کو بنایا ابدال
تیرے عرفان نے شاہوں کو گدائی دی ہے

تجھ پہ ایمان کی خاطر کبھی چھوڑے رشتے
تُو نے ماں باپ ، عزیزوں سے جُدائی دی ہے

ہم نے مانا ہے اسے ، جس نے ترا نام لیا
اس نے کب چیز کوئی ہم کو پرائی دی ہے

ہم اذانوں میں ترا نام ہی لیتے ہیں سدا
جانے کس کس کو یہاں ہم نے صفائی دی ہے

ہے یہ طارِقؔ کی تمنّا کہ ملے تیری رضا
تُو نے بدلے میں برائی کے بھلائی دی ہے

☆

کیا اس سے کہوں ، مجھ سے بہانہ نہیں ہوتا
عاشق سے کہیں اور ٹھکانہ نہیں ہوتا

سوچا تھا بہت اس پہ قدم رکھنے سے پہلے
ہر روز تو اس راہ پہ آنا نہیں ہوتا

چلتے ہیں مسافر تو وہ رہ جاتے ہیں تنہا
سچائی کے رستے پہ زمانہ نہیں ہوتا

اندیشوں میں گھِر کر یہ سفر طے نہیں کرتے
ان بھول بھلیّوں میں خزانہ نہیں ہوتا

دنیا کی محبّت میں گرفتار کبھی ہو
عاشق تو کبھی اتنا سیانا نہیں ہوتا

سب نامۂ اعمال لئے ہاتھ میں جائیں
کوئی یونہی دنیا سے روانہ نہیں ہوتا

درپیش نہ مشکل ہو کوئی وصل کی رہ میں
محبوب کو یوں پانا تو پانا نہیں ہوتا

طارِقؔ ہو بھروسہ جسے اِخلاص و وفا پر
دل چیر کے اس نے تو دکھانا نہیں ہوتا

☆☆☆

☆

تلاش میں ہوں ، سو اپنا وجود ڈھونڈتا ہوں
بشر ہوں اپنی حدود و قیود ڈھونڈتا ہوں

میں اس کا ماننے والا ہوں جو ہے لا محدود
نہ جانے پھر بھی کیوں اپنی حدود ڈھونڈتا ہوں

چلوں جو اس پہ تو لے جائے مجھ کو منزل پر
وہی میں راستہ جو ہے عمود ڈھونڈتا ہوں

وجودِ شاہد و مشہود کا تو ہوں قائل
وہ جس نے بھیجے ، اسی کی شہود ڈھونڈتا ہوں

فلک سے نسبتِ ارضِ خیال ہو جائے
کروں جو عرش پہ ایسے سجود ڈھونڈتا ہوں

ہے پیار بانٹنا ہی نقش میری فطرت میں
کریں جو مجھ سے محبّت ، ودود ڈھونڈتا ہوں

کوئی ہو ایسی گھڑی دل مرا بدل دے جو
کچھ ایسی ساعتیں ہوں جو سعود ڈھونڈتا ہوں

کوئی علاج کرے آ کے عصرِ حاضر کا
کسی کا آسماں سے ہو ورود ڈھونڈتا ہوں

طویل رات کی تاریکیوں سے گزرا ہوں
قریب ہو گی سحر کی نمود ڈھونڈتا ہوں

کچھ انقلاب ہو ایسا سکوں ہو حرکت میں
کہ ختم زندگی کا ہو جمود ڈھونڈتا ہوں

میں اپنی عقل پہ حیران کیوں نہ ہوں طارِقؔ
اگر زمین پہ ہی میں ، خُلود ڈھونڈتا ہوں

☆☆☆

☆

جب کبھی خواب میں اک خواب نگر آتا ہے
دیکھتا ہوں کوئی اکثر مرے گھر آتا ہے

اس کی باتوں سے گماں ہوتا ہے کچھ اور مگر
دھیرے دھیرے وہ خیالوں میں بھی در آتا ہے

یاد کر کے اسے میں ہی تو نہیں رویا ہوں
جو ملے اس کو تڑپتا ہوا گھر آتا ہے

کیسے کہہ دوں کہ مجھے قتل کیا ہے اس نے
دیکھنے میں تو وہ معصوم نظر آتا ہے

اک عجب بات ہے کہنے کی مگر کیا کہیے
ہجر کی رات بھی وہ دل میں اتر آتا ہے

شاید اب درد کا انداز بدل جائے گا
دل کو سمجھانے کا اس کو جو ہنر آتا ہے

آس پاس اس کے ہوں یا دور ہوں بیٹھے طارقؔ
اک حسیں چہرہ تصوّر میں مگر آتا ہے

☆☆☆

☆

میری ہر اک یاد اسی کی ذات سے جب وابستہ ہے
بھول بھی کیسے پاؤں اس سے دل میرا پیوستہ ہے

کوئی رُت بھی تنہائی کے غم کو دور نہیں کرتی
پت جھڑ کے موسم سے بڑھ کر ہجر کا موسم ڈستا ہے

شاخ سے توڑ کے پھول کسی نے میرے ہاتھوں کو سونپے
ہجر کی ایک کہانی ہے یہ کہنے کو گلدستہ ہے

مجھ کو حکم ہے چلتا جاؤں منزل کے مل جانے تک
اس کے گھر کو جانے والا رستہ گو یخ بستہ ہے

اس رستے کے عادی ہو گئے چلتے چلتے پاؤں بھی
سوچ رہا ہوں منزل میری شاید تیرا رستہ ہے

اس کے احساں لا متناہی ، اُس پر حسن کی یکتائی
جان نچھاور کردے طارقؔ ، دل کا سودا سستا ہے

☆☆☆

☆

صبح کو جب سلام کہتا ہوں
روز تازہ کلام کہتا ہوں

اور کوئی نظر نہیں آتا
جو کہوں تیرے نام کہتا ہوں

اپنا اپنا خدا سبھی کا ہے
کب خدا کو میں رام کہتا ہوں

ہے طبیعت کو راس خاموشی
ہاں مگر سچ مدام کہتا ہوں

ایک میں بھی ہوں تیرا دیوانہ
میں بصد احترام کہتا ہوں

شعر جس کا نہیں کوئی مقصد
شاعری اس کو خام کہتا ہوں

زیست اس کے بنا تھی جو طارقؔ
وہ رہی ناتمام کہتا ہوں

☆☆☆

☆

نگاہِ شوق سے اثبات ہو نہیں پائی
مری خودی کو ابھی مات ہو نہیں پائی

ہمارے شہر وہ اترا تو خوب چرچا ہوا
گئے تو ہم بھی ملاقات ہو نہیں پائی

اگرچہ ابر گھٹا بن کے چھا گئے ہر سُو
مرے چمن میں تو برسات ہو نہیں پائی

زمانہ یاد تو رکھتا ہے اپنے مجرم کو
مگر ابھی تو مکافات ہو نہیں پائی

کبھی قریب سے گزرو تو یاد کر لینا
گلی ہماری مضافات ہو نہیں پائی

وفا کے قصّے سنے ہیں جو حوصلے کے لئے
کہانی حصّۂ جذبات ہو نہیں پائی

اگرچہ ساتھ رہے ہم کئی حوالوں سے
ہماری ان سے کوئی بات ہو نہیں پائی

میں شہر شہر سے لایا تھا یاد تحفے میں
جو آئی گھر سے وہ سوغات ہو نہیں پائی

نہیں ہے شکوہ اگر وہ نہ مل سکا مجھ سے
کہ طارِقؔ اپنی یہ اوقات ہو نہیں پائی

☆☆☆

ڈانکے شُن۔۔۔ جرمنی جلسہ سالانہ

ہم پہ رحمت کے جو اسباب چلے آتے ہیں
جلسہ سالانہ پہ احباب چلے آتے ہیں

مِیل ہا مِیل کے بھی ، فاصلے وہ طے کر کے
دل جو ہو جاتے ہیں بے تاب چلے آتے ہیں

سختیاں جھیلیں * " شٹاؤ " میں خدا کی خاطر
دل کی کھیتی کریں سیراب چلے آتے ہیں

کامراں ہوتے ہیں مہمانوں کی خدمت کر کے
فتح گھر کے کریں ، ابواب چلے آتے ہیں

دیں کی خدمت کے لئے دیکھو عجب یہ خادم
گھر میں ہوتے ہیں جو نوّاب چلے آتے ہیں

وقت اور مال کی بڑھ چڑھ کے جو دیں قربانی
قابلِ رشک ہیں اصحاب ، چلے آتے ہیں

اس کی کرنوں سے منوّر ہوں جو نکلا سورج
ساتھ انجم لئے ، مہتاب چلے آتے ہیں

آس کی ڈور نہ ٹُوٹے کہیں مایوسی میں
تا کہ ہو جائیں وہ شاداب چلے آتے ہیں

ہاتھ میں لیتا ہے پتوار خدا ناؤ کی
جب کوئی رستے میں گرداب چلے آتے ہیں

اچھے اچھوں کو ڈبو دیتی ہے دنیا کی ہوس
ہو نہ جائیں کہیں غرقاب چلے آتے ہیں

ضعفِ ایمان کا خطرہ نہیں ہوتا طارِقؔ
کرنے مضبوط جو اعصاب چلے آتے ہیں

آزاد نظم

ابھی اُمّید باقی ہے

ابھی مت حوصلہ ہارو
ابھی امّید باقی ہے
ہمیں شوریدہ سر بنجر زمینوں کو
ابھی سیراب کرنا ہے
یہاں فصلیں اگانی ہیں
محبّت کی
انہیں آباد کرنا ہے
برستی ہیں اگر آنکھیں
برسنے دو
گھٹائیں گھر کے آتی ہیں
تو آنے دو

ابھی سجدے میں سر رکھ کر
ہمیں تو گڑ گڑانا ہے
ابھی اشکوں کا اک دریا بہانا ہے
بہت سے خشک صحرا ہیں
بہت بنجر زمینیں ہیں
انہیں آباد کرنا ہے
انہیں شاداب کرنا ہے
ہمارے سامنے اپنے
بزرگوں کی مثالیں ہیں
دعائیں رنگ لاتی ہیں
بظاہر جو ہو ناممکن
اُسے ممکن بناتی ہیں
غضب میں وہ تو دھیما ہے
جسے سب مانتے ہو تُم
کہ رحمت اس کی بھاری ہے

ہر اک شے پر
تو پھر مایوس کیا ہونا

اگر کچھ زرد پتّے گر گئے ہیں تو
بہت سے سبز پتّے ہیں ابھی باقی
بہت سے سبز پتّے زرد پتّوں کی جگہ لیں گے

یونہی مت حوصلہ ہارو
ابھی تو سبز موسم کی
بہت امّید باقی ہے

☆☆☆

31.8.2024

مبشّر احمد طاہر (شارجہ ۔۔حال کینیڈا) آج کل علیل ہیں۔ ان کی کامل شفایابی کے لیے درخواستِ دعا کے ساتھ چند اشعار ان کی نذر کرتا ہوں:

ہمیشہ گفتگو میں جوش کی لپک آئے
یونہی صدا میں کبھی درد کی کسک آئے

طویل ہو گئی ہے غم کی رات اے مولا
شفا عطا ہو کہ چہرے پہ اب چمک آئے

یہ بندہ تیرا ہے ، بیمار ہو گیا ہے جو
تو اشک آنکھوں میں ہیں اس لئے چھلک آئے

تری تلاش میں گزری ہے زندگی اس کی
عمل میں اس کے ترے پیار کی جھلک آئے

ہے سخت دھوپ ، کوئی سائبان ، سایہ ہو
کہ ابر لے کے کوئی مہرباں فلک آئے

وہ سب بشارتیں لے کر مبشّر آئیں گے
وہ تجھ کو مرحبا کہنے کو جب مَلک آئے

دعائیں تیرے لئے ہیں امامِ وقت کی جب
تو آنسو کیوں کوئی تیرے سرِ پلک آئے

دعا یہی مری طارِقؔ ہے وصل ہو جو نصیب
نظر اسے بھی ترے پیار کی للَک آئے

*للَک: تمنّا، آرزو، امنگ، شوق، چاؤ

☆☆☆

مقامِ توکّل

توکّل ، خدا پر محمّد ﷺ کو تھا
جو پہنچا ہوا آخری حد کو تھا

فلک نے بھی دیکھی اک اعلیٰ مثال
وہ سچ مُچ توکّل کا تھا اک کمال

کہ دشمن تھا اک جو لگا دھاک میں
ملے کوئی شاید تھا اس تاک میں

یہ غزوے سے تھا واپسی کا سفر
ذرا چین لینے گئے تھے ٹھہر

جو اسلامی لشکر ذرا رُک گیا
پڑا وہ جہاں جس کو سایہ ملا

وہیں پر شجر ایک تھا کچھ بڑا
وہاں جا کے لیٹے رسولِ خدا ﷺ

شجر پر لٹکتی تھی سیفِ رسول
جو دیکھا ، گیا اپنی اوقات بھول

جو تلوار پر اس نے قبضہ کیا
رسولِ خدا ﷺ کو پتہ چل گیا

وہ لہرا کے تلوار کہنے لگا
بچائے گا کون آج تجھ کو بتا

توکّل خدا پر محمّد ﷺ کا تھا
مرا اللہ ، یہ کہہ دیا بر ملا

سنا جب ، ہوا خوف طاری عجب
گری اس کے ہاتھوں سے تلوار تب

محمّد ﷺ نے دیکھا جو یہ معجزہ
وہ تلوار ہاتھوں میں لے کر کہا

بتا بھاگ کر اب کہاں جائے گا
تجھے اب بچانے کو کون آئے گا

پسینے میں اب وہ شرابور تھا
مقابل جو چہرہ تھا پُر نور تھا

کہا مجھ کو امّید ہے رحم کی
نہیں اس کے قابل خطا گو مری

رسولِ خدا نے تبسّم کیا
کہا عقل سے کام لیتے ذرا

تمہارا خدا بھی وہی ہے خدا
یہ کہہ دیتے تم بھی تو ہوتا بھلا

کہ اتنے میں اصحاب بھی آ گئے
جو دیکھا یہ منظر تو گھبرا گئے

وہ نادم تھے کیسے نہ ہشیار تھے
اسے قتل کرنے کو تیّار تھے

انہیں روک کر یہ عدو کو کہا
یہ سچ ہے کہ تو نے بڑی کی خطا

خطا تو نے اپنی جو تسلیم کی
خطا کی معافی تجھے میں نے دی

توکّل نے دیکھو کِیا معجزہ
کہ آیا مدد کو وہ زندہ خدا

توکّل پہ قائم تھے سب انبیا
مقامِ توکّل سے تھے آشنا

توکّل سے ملتا ہے نورِ یقیں
توکّل کی بنیاد ہے نورِ دیں

یقیں پر جو قائم ہوئے نور دیں
توکّل کہیں ان سا دیکھا نہیں

کہا تھا کسی نے انہیں ایک بار
ہے ڈگری تری باعثِ افتخار

ترے پاس ڈگری جو مشہور ہے
ہوا اس لئے ہی تُو مغرور ہے

کہا مجھ کو حاصل نہیں اس کی آڑ
یہ کہہ کر دیا اپنی ڈگری کو پھاڑ

نہیں فخر اس کا نہ مجھ کو ہے عار
نہ اس پر بھروسہ نہ ہے انحصار

خدا کاغذ ایک نہیں بنایا
الوری ربّ جو پر اس ہے بھروسہ

دئے چل نوکری دی چھوڑ وہیں
کیئے پر خدا اپنے وہ توکّل

خدا نے کبھی ان کو چھوڑا نہیں
ہوا اور پختہ خدا پر یقیں

یہ سچ ہے نہیں اس میں کوئی کلام
توکّل کا سب سے ہے بڑھ کر مقام

☆☆☆

”نہ جنگوں کی، ہاتھوں سے بنیاد ڈالو“

نہیں سیکھنا چاہتا جادو ٹونہ
عطا کر خدا ، ایسا دھرتی کا کونہ

جہاں رات دن بس سکوں ہی سکوں ہو
نہ ہر وقت یوں بھاگنے کا جنوں ہو

جہاں لوگ تاروں کی چھاؤں میں سوئیں
زمانے کے ظلم و ستم پر نہ روئیں

خدایا جہاں پیار کرتے ہوں سب ہی
جہاں ایک دوجے پہ مرتے ہوں سب ہی

خدا نے مری التجا پر کہا یہ
بھلا کیوں ہے جذبوں میں آ کر بہا یہ

یہ ساری ہی دنیا تھی جنّت تمہاری
خلیفہ کی آدم کو دی ذمّہ داری

بھٹکنے پہ اپنے نکالا گیا وہ
مگر کب جہنّم میں ڈالا گیا وہ

ہوا تھا بری مانگ کر جب معافی
تو میعاد اس کی یہاں پر بڑھا دی

ذرا آنکھ کھولو تو دیکھو یہیں پر
سبھی نعمتیں ہیں ، تمہارا مقدّر

نہ اک دوسرے کی اگر ٹانگ کھینچو
محبّت کے جذبوں کو اشکوں سے سینچو

کسی سے بھی نفرت نہ ہو اس جہاں میں
محبّت رکھے گی سبھی کو اماں میں

☆☆☆

مصنوعی ذہانت

زمانے کے بدلنے سے ، کہو جو ، ڈر رہا ہوں میں
یہی سچ ہے قدم اپنے سنبھل کے دھر رہا ہوں میں

ذہانت کے نئے آلات کا ہے سامنا مجھ کو
تو اپنے ذہن کو اس کے مطابق کر رہا ہوں میں

مرے دل میں محبّت کی جگہ لیں گے اگر ہندسے
کہاں جائیں گے جذبے اوجِ حیرت پر رہا ہوں میں

مرے سارے سوالوں کا جواب آ کر بتاتی ہے
جو مصنوعی ذہانت کو مقابل کر رہا ہوں میں

کتابوں کی ضرورت ہی نہ جب ہو گی تو سوچوں میں
جگہ خالی جو ہو گی اس میں کیا کیا بھر رہا ہوں میں

کتابوں سے تعارف تو پرانا ہے مرا لیکن
جہانِ علم کے دریا میں یوں کب تر رہا ہوں میں

خیالوں کی کوئی شمعِ فروزاں رہ دکھاتی تھی
کڑکتی بجلیوں کی روشنی سے ڈر رہا ہوں میں

کہیں سائنس نہ حاوی حضرتِ انساں پہ ہو جائے
کبھی لگتا ہے اپنی موت خود ہی مر رہا ہوں میں

میں ہوں طارقؔ مجھے خالق پہ اپنے ناز ہے اتنا
زمانہ جانتا ہے کس قدر خود سر رہا ہوں میں

☆☆☆

’’صحابیاتؓ‘‘

الفضل انٹرنیشنل 28 ستمبر 2024ء

نہ کم تھیں صحابہؓ سے ایمان میں
زرہ پہنے اتریں وہ میدان میں

ضرورت پڑی تو مقابل پہ تھیں
وہ نظریں جو جاسوسِ باطل پہ تھیں

وہ جاسوس کر کے جہنّم رسید
سمجھتیں سعادت تھیں گر ہوں شہید

وہ بیٹی تھیں بیوی تھیں یا امّہات
نمونہ ہیں لجنہ ہوں یا ناصرات

☆☆☆

اجتماع۔۔۔انصاراللہ۔یوکے

(27/28/29 ستمبر 2024)

لایا تھا رونقیں بہت ، انصار اجتماع
فضلوں کا تھا ، خدا کے بے شمار ، اجتماع

روحانی مائدہ کے جو ساماں تھے اک طرف
جسمانی مائدہ سے بھی پُر ،خواں تھے اک طرف

سن کر خطاب جوش میں آتا تھا خون بھی
پائے جو ناشتے میں تھے ، دیتے سکون بھی

کھاتے جو آلو گوشت تو مرغوب دال تھی
حلوہ ،چنے ، اچار ، دہی کیا کمال تھی

سالن کے ساتھ نان بھی ، بریانی بھی ملی
انڈوں کے ساتھ چائے کی آسانی بھی ملی

گرما گرم تھی چائے مہیّا جو روز و شب
پیچھے کسی سے ذائقے میں کم رہی وہ کب

گجریلے کی مہک بھی تھی درشن بھی خوب تھے
میٹھے میں ، زردہ اور تنجن بھی خوب تھے

گھر رکھ کے آئے قاعدے سب ضبط و نظم کے
نسخے بھی ساتھ لائے تھے انصار ہضم کے

روحانی مائدہ کی تو بارش کا تھا سماں
اس کا احاطہ کر سکے گی کیا بھلا زباں

ایمان کو بڑھاتے تھے ، نو احمدی بیاں
کرتے تھے پیش احمدی ہونے کی داستاں

سارے جہاں میں جاری و ساری ہیں خدمتیں
ہیں اس قدر عطا ہوئیں دنیا میں نعمتیں

جو سائیکل پہ کرنے سفر ہوتے ہیں رواں
منزل پہ جا پہنچنے کی خوشیاں بھی تھیں عیاں

ملتی ہیں کامیابیاں تبلیغ میں ہمیں
کیونکر نہ ذکر ان کا بہ بانگِ دُہل کریں

تھے جس قدر مذاکرے دلچسپ تھے سبھی
بیٹھے وہیں پہ تھے رہے جو تشنہ تھے ابھی

لجنہ سے پیارے آقا نے جو تھا کیا خطاب
سب نے سنا ، بیاں ہوئے مضمون بے حساب

آخر میں جو خطاب تھا پیارے حضور کا
پھیلا تھا معرفت کا سمندر وہ نُور کا

انصار سُستیوں سے کریں اب تو اجتناب
ہے ان پہ ذمّہ داریوں کا اب پڑا حساب

دے کر مثال آپ امام الزّمان کی
سمجھائی اہمیّت ہے جو میٹھی زبان کی

آواز اونچی ہونے پہ نادم تھے اس قدر
کوئی گنہ نہ پیچھے ہو پنہاں رہا یہ ڈر

صدقہ دیا پڑھے جو نفَل اور توبہ کی
ایسی مثال دیکھی کہاں اور کب سُنی

نیکی کے بدلے میں کرو احسان ہر گھڑی
کینہ ہے اور غصّہ ، دو آفات ہیں بڑی

ہر حال میں اطاعتِ قرآں ہو سامنے
اولاد ہو نہ مال ، بس ایماں ہو سامنے

بے چین ہو جو مال سے ہوتا جُدا ہے یہ
پوجیں ، بہت سے مال کو جیسے خدا ہے یہ

پڑھنے کے جو خیال سے بھیجی گئی کتاب
ترجیح اس کو دینے سے آسان ہو حساب

بیعت کا مغز پکڑو ، اہم تو نہیں ہے خول
انسان انس دو ہیں ، رکھو ان سے میل جول

مقصود ہو خدا کی محبّت اگر تمہیں
لازم ہے پھر رسول کی طاعت مگر تمہیں

سب کچھ خدا کی ذات پہ ہو جائے گر فدا
اسوہ ہے یہ رسول کا ، راضی ہو پھر خدا

آقا سے عہد کر کے اگر کی ہے اتّباع
ہو گی یہ ذمّہ داری ادا ، تب ہے اجتماع

محزون دل سے کرتے ہیں سب اس کو الوداع
انصار کا ہو ایسے طریقے سے اجتماع

☆☆☆

22.9.2024

''حضورِ انور کا خدّام الاحمدیہ یوکے سے خطاب''

حضور انور ایدّہ اللہ نے خدّام سے خطاب میں فرمایا کہ درج ذیل
چیزیں چھوڑ دو اور ان کے خلاف جہاد کرو

۱-بد ظنّی

۲- جھوٹ

۳-بد دیانتی

دو چیزیں اختیار کرو

۱- نماز کو غور سے سمجھ کر اور عاجزی سے باقاعدگی سے پڑھو

۲-درس بھی سنا کرو

اللہ تعالیٰ تمام احمدیوں کو ان ہدایات پر عمل کی توفیق عطا فرمائے
آمین

☆

خدّام سے کیا ہے جو آقا نے یہ خطاب
کوزے میں بند کر دیا دریا ،سنو جناب

حکمِ خدا پہ کرنا اشتباہ چھوڑ دو
بد ظنّی ہے گناہ ، یہ گناہ چھوڑ دو

ہر وقت دوسرے کو نہ سمجھو عدو ہے یہ
مثبت رکھو خیال اگر ، اچھی خُو ہے یہ

اور جھوٹ کے خلاف ہو با قاعدہ جہاد
ہوتی ہے ہاں نماز بھی تو دین کا عماد

بولو نہ جھوٹ، ہوتے ہو کیونکر گناہ گار
گرچہ مذاق میں ہی کرو اس کو تم شُمار

دیتی ہے بد دیانتی کب احمدی کو زیب
ترجیح اس کو دو ،نہ ڈرو خالی ہو گی جیب

پڑھ کر نماز عاجزی سے ، بیٹھے تم رہو
بھاگو نہ جلدی درس سنو بعد میں جو ہو

طاعت امام ہی کی ہمیشہ بچائے گی
وہ بن کے ڈھال دشمنوں کے آگے آئے گی

یا ربّ ہے شکر تیرا دیا ہے ہمیں امام
احمد کا جو غلام ہے ، ہم اس کے ہیں غلام

☆☆☆

پنجابی غزل

کَٹھے ہو کے، چَنگے، ماڑے، کیہ کردے
سوچیں پَے کے حشر دیہاڑے، کیہ کردے

ماڑے دُبھڑے رَبّ دے لاگے، جا بَیٹھے
چَوہدریاں نُوں لَے گئے ساڑے، کیہ کردے

جان ایمان دے اُتّے جِنھاں دے دِتّی
سِر تے جَھلّے چھَوی کُہاڑے، کیہ کردے

جِنھاں نُوں سَن کافر کیہندے لَگّے پار
گِدڑاں ہَتھ نا اُجڑے واڑے، کیہ کردے

موڈھیاں اُتّے بَہ کے سبھ کجھ لکھدے رَئے
دا ، لاوندے سَن جیہڑے، تاڑے، کیہ کردے

بیلی جیہڑے دُنیا وِچ کھاندے سَن
اوہناں اَندر وِتّھاں، پاڑے ! کیہ کردے

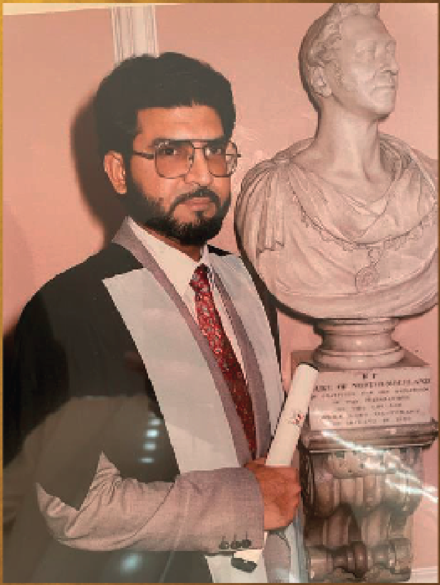
پُوج دے رَئے دُنیا وِچ جِنھاں نُوں یارو
نال اوہناں دے، اوہ وی ساڑے، کیہ کردے

جیہڑے جَنّت دے سُفنے سن ویچدے رئے
رَبّ نیں جد دوزخ اِچ واڑے، کیہ کردے

خواب وکھاندے سَن لوکاں نُوں جَنّت دے
اَگ چ آپ گئے اوہ ساڑے، کیہ کردے

دیگاں چاڑھ کے لوکاں، قُل، ختَم کیتے
پُھل وی نیں فِر قبراں چاڑھے، کیہ کردے

☆☆☆



ڈاکٹر طارق انور باجوہ۔ ایف آر سی ایس کی ڈگری لینے کے بعد رائل کالج آف سرجنز آئرلینڈ ڈبلن۔ نومبر ۱۹۹۲

ڈاکٹر طارق انور باجوہ ضلع لائلپور (حال فیصل آباد) کے ایک گاؤں میں پیدا ہونے کے چند ماہ بعد ہی اپنے والدین کے ساتھ کنری (سندھ) آگئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد 1970 میں کیڈٹ کالج حسن ابدال چلے گئے جہاں سے 1975 میں ایف ایس سی کیا۔ 1982 میں لیاقت میڈیکل کالج سے ایم بی بی ایس کے بعد پاکستان فوج میں شمولیت کی۔ 1990 میں میجر کے عہدے سے استعفیٰ دے کر لندن آگئے۔ یہاں سے سرجری کی ڈگری ایف آر سی ایس لینے کے بعد تین سال کے لئے وقف کر کے تنزانیہ، مشرقی افریقہ میں بطور ڈاکٹر کام کیا۔ واپس آکر جنرل پریکٹس کا شعبہ اختیار کیا۔ مسلم ٹیلیوژن احمدیہ پر ۱۳ سال بطور اردو نیوز پروڈیوسر اور نیوز پریزنٹر کام کیا۔ آج کل ریڈیو وائس آف اسلام یو کے سے منسلک ہیں۔ باقاعدہ شاعری کا آغاز جون سنہ 2020 سے کیا۔ اس سے قبل ان کے درج ذیل مجموعہ ہائے کلام شائع ہو چکے ہیں۔

1۔ لبِّ لباب 2۔ چاکِ دامانِ جنوں 3۔ ہم قدم، دم بدم 4۔ در آئینہ صفِ دوستاں

5۔ نصیبِ چارہ گری 6۔ بازگشت 7۔ چیتم بن من سونا 8۔ روزنِ خانۂ دل

9۔ سرنامۂ نور 10۔ دربارِ خلافت میں نذرانۂ عقیدت و محبت ۱۱۔ ایک اور ایک گیارہ ۱۲۔ برشگالِ نور

۱۳۔ گمان سے یقین تک ۱۴۔ رنگِ وفا دیکھو تو ۱۵۔ آئنہ ابرار کا ۱۶۔ سخن سمندر